بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

اخوتِ اسلامی اور یہود و نصاریٰ

''اخوت اسلامی'' ایک بلند ترین حقیقت بھی ہے اور دل خوش کن سراب بھی۔۔۔ آپ شاید حیران ہوں گے کہ ہم نے بیک نفس اس قدر متضاد باتیں کیسے کہہ دیں لیکن یہ واقعہ ہے۔ اخوتِ اسلامی ایک بلند ترین حقیقت اس لئے ہے کہ قرآن کریم نے رنگ، نسل، زبان، وطن کے تمام مصنوعی امتیازات کو مٹا کر، اشتراکِ ایمان (آئیڈیالوجی) کی بنا پر وحدتِ انسانیہ کا اصول پیش کیا اور حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے عدیم النظیر عمل سے اس اصول کو محسوس پیکر عطا فرمایا اور اس طرح ایک ایسی برادری کی تشکیل کر دی، جس میں فارس کا سلمان، روم کا صہیب، حبش کا بلال اور حجاز کا عمر (رضی اللہ عنھم) ایک وحدت کے غیر منقسم اجزاء بن گئے اور یوں۔۔۔ انما المؤمنون اخوۃ (۴۹/۱۰)۔ کی حیرت انگیز تصویر دنیا کے سامنے آ گئی۔۔۔ یہی تھی وہ برادری جس کے متعلق جب حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمام روئے زمین کے مسلمان جسدِ واحد ہیں تو اس سے فی الواقعہ یہ مقصود تھا کہ اگر کبھی پاؤں کے انگوٹھے میں کانٹا چبھے تو آنکھ کے آبگینے میں آنسو چھلک آئیں۔ اگر افریقہ کے صحرا میں کسی حبشی کے سر میں درد ہو تو ایران کے سبزہ زاروں میں محوِ گلگشت شاہنشاہ کا تاج اس کے لئے وبالِ دوش ہو جائے، اگر شام کے میدانوں میں کسی اونٹ چرانے والے کے سینہ پر کسی ناہنجار کا تیر آ لگے تو اس کی انی، چین کے محلات میں سونے والے خاقان کے جگر سے نکلے۔ اگر مراکش کے چرواہے کے خیمے کی طناب پر کوئی ظالم ہاتھ ڈالے تو قسطنطنیہ کے قصرِ احمر کے ستونوں میں تزلزل واقع ہو جائے۔ اگر دشتِ حجاز میں کسی بیوہ کے بچے کی طرف کوئی نگاہِ بد سے دیکھے تو تمام عالم اسلامی کی انگلیاں اس کی آنکھ نکال لینے کے لئے بیک وقت اٹھ آئیں۔ یہی وہ اخوت تھی جس نے چند دنوں میں وہ انقلابِ عظیم برپا کر کے دکھا دیا، جس پر آج تک دنیا انگشت بدنداں ہے۔ لیکن اس کے بعد، اس برادری کے افراد نے اپنی وجہِ جامعیت، یعنی رشتۂ ایمان کو ہاتھ سے چھوڑ دیا، اور محض مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے

والے کا نام مسلمان رہ گیا۔ اب ظاہر ہے کہ جو نتائج وثمرات' ایمان سے پیدا ہونے تھے وہ محض نام سے تو پیدا نہیں ہو سکتے۔ ہماری بھول یہ ہے کہ ہم ان خصوصیات کو جو مومنین کی بتائی گئی ہیں' موجودہ مسلمانوں کا شعار سمجھ کر ان سے غلط توقعات وابستہ کر لیتے ہیں اوران کے پورا نہ ہونے سے کبھی افسردہ خاطر ہو جاتے ہیں کبھی غضب آلود۔۔ ہندوستان میں (انگریز کے عہدِ غلامی میں) ہمارے قلوب میں اس اخوتِ اسلامی کی حرارت موجود تھی۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ دنیا کے کسی خطہ میں مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئے' ہم اپنی جگہ تڑپ اٹھتے تھے۔ یہ اثر تھا' قرآن کی اس تعلیم کا جسے سرسید علیہ الرحمہ اور اقبالؒ نے ہمارے سامنے (از سرنو) پیش کیا تھا۔ اسی تعلیم کو ہم نے مطالبۂ پاکستان کی بنیاد قرار دیا تھا۔۔۔ یعنی اس اصول کو' کہ تمام مسلمان' بربنائے اشتراکِ ایمان' ایک جداگانہ قوم کے افراد ہیں۔ اور غیر مسلم' دوسری قوم کے افراد۔۔۔ لیکن تشکیلِ پاکستان کے بعد حالات کچھ مختلف ہو گئے' کیونکہ اب جذبات کے بجائے حقائق کا سامنا کرنا پڑا اور ہمیں بھی بعض اوقات سیاسی مصالح کو پیش نظر رکھ کر دیگر ممالک سے تعلقات کے فیصلے کرنے پڑے۔۔ حقیقت یہ ہے کہ ''اخوت'' دو بھائیوں میں ہوتی ہے۔ یہ وہ تالی ہے جو ایک ہاتھ سے بج ہی نہیں سکتی۔ اگر آپ جذبۂ اخوت سے پیش آئیں اور فریق مقابل کی طرف سے اس کا ردعمل اس کے خلاف ہو' تو اس طرح رشتۂ اخوت قائم رہ نہیں سکتا۔۔ یہ تو دوطرفہ یکساں ردعمل کی بنیادوں پر استوار ہو سکتا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب تمام ممالک اسلامیہ کا آئین و دستور ضابطۂ خداوندی (قرآن کریم) پر مبنی ہو۔ وحدتِ عمل کی محکم بنیاد وحدتِ فکر ہوتی ہے اور وحدتِ فکر کا دوسرا نام آئیڈیالوجی کا اشتراک ہے۔ اِس وقت ہماری حالت یہ ہے کہ مختلف اسلامی ممالک تو ایک طرف کسی ایک ملک میں بسنے والے مسلمان بھی آپس میں بھائی بھائی نہیں ہیں۔۔۔ ان کے مفاد الگ الگ۔۔۔ ان کے مقاصد جدا جدا۔۔۔ ان کی راہیں متفرق۔۔۔ ان کی منزلیں متشتت۔۔۔ ان کی ہیئت اجتماعیہ۔۔۔ تحسبهم جميعا و قلوبهم شتا۔ (تم خیال کرو گے کہ یہ سب ایک ہیں' حالانکہ ان کے دل ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں) کا عبرت انگیز مرقع۔۔۔ جو کیفیت کسی ایک ملک کے مسلمانوں کی ہے' وہی کیفیت مختلف ممالک کے مسلمانوں کے بین الاقوامی تعلقات کی ہے۔ ان تعلقات کے لئے انہیں باہمی سیاسی' تجارتی اور ثقافتی معاہدات کی ضرورت اسی طرح لاحق ہوتی ہے جس طرح غیر مسلم ممالک کو باہمی تعلقات کی استواری کے لئے' یا کسی مسلم ملک کو غیر مسلم قوم کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی خاطر۔۔۔ مسلم ممالک کے باہمی تعلقات' باہمی معاہدات کی حد تک محدود ہوتے ہیں۔۔۔ حالانکہ اخوت کے بعد معاہداتی تعلقات کا تصور ہی بے معنی ہے۔۔۔ اور جن ممالک میں اس قسم کے معاہدات نہیں ہوتے' ان میں باہمی تعلقات کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں۔

موجودہ مسلمانوں کی یہی اجتماعی کیفیت تھی' جسے بطورِ دلیل پیش کر کے' (مولانا) ابوالکلام آزاد نے' اپنی زندگی کے آخری سانس میں' خود نفسِ اسلام کے خلاف یہ کچھ کہنے کی جرأت کر لی تھی کہ۔

اسلام نے اشتراکِ ایمان کی بنیادوں پر قومیت کی تشکیل کی کوشش کی' لیکن اس کا یہ تجربہ ناکام رہ گیا۔

حالانکہ' یہ شخص اپنے دل کی گہرائیوں میں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ اسلام کی ناکامی نہیں تھی۔ جب مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑ دیا تھا' تب یہ کیفیت پیدا ہوئی تھی۔۔۔ بہرحال ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اس باب میں ہمیں جذبات سے بلند ہو کر حقائق کا سامنا کرنا چاہئے اور وہ ''حقائق'' یہ ہیں کہ چونکہ مسلم ممالک کا آئین' ضابطۂ خداوندی (قرآنِ کریم) پر متفرع نہیں' اس لئے ان میں اخوتِ اسلامی بھی موجود نہیں اور جب یہ اخوت ہی موجود نہیں تو اس اخوت کے جذبہ کو اپیل کر کے' مسلم ممالک کو کسی خطرہ کے مقابلہ کے لئے دعوتِ اتحاد دینا' مایوسی کو پکارنے کے سوا اور کیا ہے؟ یہ عجیب تماشا ہے کہ مسلمانوں کی تو باہمی کیفیت یہ ہے لیکن غیر مسلم قوتیں' مسلم ممالک کے درپئے تخریب اس لئے رہتی ہیں کہ یہ (ان کے خیال میں) اسلام کے علم بردار ہیں اور کوئی غیر مسلم قوم' شجرِ اسلام کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتی۔ اسلام کے خلاف ان کے اتحاد کا اندازہ اس سے لگایئے کہ عیسائیوں کی سب سے زیادہ شدید عداوت یہودیوں کے ساتھ چلی آرہی تھی۔ یہ عداوت ان کے ایمان کا جزو تھی کیونکہ ان کا دعویٰ تھا کہ یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کو حوالۂ صلیب کرایا تھا لیکن آپ نے دیکھا ہوگا کہ چند سال ادھر سے عیسائیوں میں یہ تحریک پھیلائی جارہی ہے کہ حضرت مسیحؑ کی تصلیب میں یہودیوں کا ہاتھ نہیں تھا۔ اس کی واحد مجرم رومن حکومت تھی۔ چنانچہ اب' ان کے ہاں تاریخ کو بدلا جارہا ہے اور حضرت مسیحؑ کے واقعہ صلیب کو نئے رنگ میں پیش کیا جارہا ہے۔ یہ تمام کوششیں' یہودیوں کی اسرائیلی حکومت کو تقویت پہنچانے کے لئے بروئے کار لائی جارہی ہیں۔ ان سازشوں کا جو نتیجہ ہو سکتا ہے اس کے متعلق کسی پیش گوئی کی ضرورت نہیں۔

اور ان سازشوں کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسلم ممالک' قرآن کریم کو اپنی مملکتوں کا آئین قرار دیں اور اس طرح پھر سے اس رشتۂ اخوت میں منسلک ہو جائیں جو اشتراکِ ایمان کا فطری نتیجہ ہے۔ اس کی ابتداء پاکستان سے ہونی چاہئے جس کی وجۂ جواز ہی اشتراکِ ایمان کی بنا پر قومیت کی تشکیل ہے اس لئے کہ سیاسی تغیرات کے باوجود پاکستانی عوام کے دل میں اخوتِ اسلامی کی چنگاری بدستور روشن ہے اور یہی وہ حرارت ہے جو ہمیں دیگر اقوام سے متمیز کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماخوذ

قرآن مجید

﴿خدا کی آخری، مکمل۔۔اور۔۔غیر محرف کتاب﴾

زیر نظر مقالہ پرویز صاحب کی کتاب۔۔ ''مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں''۔۔سے مقتبس ہے۔اس مقالہ میں خود قرآن مجید سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ کتاب عہد رسالتمآب ﷺ میں ہی منضبط اور محفوظ ہوگئی تھی۔ جہاں تک ایک مسلمان کا تعلق ہے اس کے لئے، قرآن کی شہادت کے بعد کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ باقی رہے غیر مسلم، سوان .... کے اطمینان کے لئے، غیر مسلم محققین اور مورخین کی چند ایک شہادات درج مقالہ ہیں، امید ہے اس سے ان شبہات کا ازالہ ہوجائے گا جنہیں وضعی روایات کی رو سے پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

(ادارہ)

★★★

اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت کے لئے حضرات انبیاء کرامؑ کو بھیجا۔ یہ نبی دنیا کی ہر قوم میں اور ہر زمانے میں آتے رہے۔ نبی کو جو تعلیم وحی کے ذریعے سے ملتی تھی وہ اس کی کتاب کہلاتی تھی۔ جہاں تک اس تعلیم کے اصولوں کا تعلق تھا، یہ شروع سے اخیر تک ایک ہی چلے آرہے تھے۔ لیکن ان اصولوں کی روشنی میں جو احکام دیئے جاتے تھے، وہ اس قوم کی حالت کے مطابق ہوتے تھے جس قوم کی طرف وہ نبی آتا تھا۔ وہ نبی، اپنی قوم تک خدا کے پیغامات پہنچاتا ان پر عمل کر کے دکھاتا اور پھر اپنے وقت پر دنیا سے چلا جاتا۔ لیکن اس کے بعد، وہ قوم اس کتاب میں رد و بدل شروع کر دیتی۔ بعض اوقات وہ، کسی خارجی حادثہ کی وجہ سے، ضائع ہی ہو جاتی۔ اس کے بعد ایک اور نبی آجاتا۔ وہ پھر آسمانی تعلیم کو اس قوم تک پہنچاتا۔ اس کی تعلیم اصولی طور پر تو وہی ہوتی جو سابقہ نبی کی تھی۔ لیکن اگر زمانے کے تقاضے کے مطابق سابقہ نبی کی تعلیم کے احکام میں سے کسی میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہوتی تو اس کی جگہ تبدیل شدہ حکم دے دیا جاتا۔ یہ اس نئے نبی کی کتاب کہلاتی۔ یہ سلسلہ، دنیا کی ہر قوم، اور ہر زمانے میں جاری رہا۔ لیکن ان کی کتابوں میں سے کوئی کتاب بھی دنیا میں اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں۔ یعنی اس شکل میں موجود نہیں جس میں، ان کے نبی نے

انہیں دیا تھا۔

نزولِ قرآن کے وقت

ان کتابوں کی حالت آج ہی ایسی نہیں ہوئی۔ چھٹی صدی عیسوی میں' ان کی حالت ایسی ہی ہو چکی تھی۔ یعنی اس وقت دنیا کی کسی قوم کے پاس' آسمانی کتاب' اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں تھی۔ بالفاظ دیگر' اس وقت وحی کی تعلیم دنیا میں کہیں بھی اپنی خالص' منزہ شکل میں باقی نہیں رہی تھی۔ اس وقت خدا نے' اسی سلسلہ کے مطابق' جو شروع سے چلا آ رہا تھا' ایک نبیؐ بھیجا اور اس کے ذریعے آسمانی تعلیم ایک بار پھر' انسانوں تک پہنچی۔ لیکن اس نبیؐ اور اس کی کتاب کی کچھ امتیازی خصوصیات تھیں یعنی:

(۱) سابقہ انبیائے کرامؑ صرف اپنی اپنی قوم کی طرف آتے تھے۔ لیکن اس نبی کو تمام دنیا کے انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ‹۷/۱۵۸›

کہد ے۔ اے نوعِ انسان! میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوں۔

(۲) جب ''نوع انسان'' کہا گیا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس میں قیامت تک کے آنے والے انسان شامل تھے۔ چنانچہ اس کی وضاحت کر دی کہ اگرچہ اس رسول کی اولیں مخاطب وہی قوم ہے جس میں یہ پیدا ہوا ہے لیکن یہ ان کے علاوہ ان انسانوں کے لئے بھی رسولؐ ہے جو ان کے بعد آنے والے ہیں۔

واخرین منھم لما یلحقوا بھم...... ‹۶۲/۳›

اور ان کے علاوہ ان کی طرف بھی جو ابھی ان لوگوں سے نہیں ملے۔ (یعنی ان کے بعد آنے والے انسانوں کی طرف بھی)۔

تمام سابقہ کتابوں کی مہیمن

(۳) چنانچہ جو کتاب اس رسول کی طرف بھیجی گئی اس میں وہ ساری تعلیم یکجا کر دی گئی جو اصولی طور پر کتب سابقہ میں وقتاً فوقتاً دی جاتی رہی تھی لیکن جو اس وقت دنیا میں کہیں موجود نہ تھی۔

وانزلنا الیک الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیه من الکتب ومھیمنا علیه...... ‹۵/۴۸›

اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی۔ یہ ان تمام دعاوی کو سچ کر کے دکھائے گی جو کتب سابقہ میں کئے جاتے رہے ہیں اور ان تمام کتابوں کی تعلیم اس کے اندر آ گئی ہے۔

(۴) یہ بھی ضروری تھا کہ جو احکام اس کتاب میں دیے جاتے وہ صرف اس قوم کی حالت کے مطابق نہ ہوتے جو اس رسولؐ کی اولیں مخاطب تھی بلکہ پوری نوع انسانی کے

حالات اور تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر دیئے جاتے اور اس شکل میں دیئے جاتے کہ ان میں پھر کسی تبدیلی کی ضرورت پیش نہ آتی۔ نیز' اس میں وہ سب تعلیم' جو تمام نوع انسان کو دی جانی مقصود تھی' مکمل شکل میں منضبط ہوتی۔ کیونکہ اس کتاب کو ہمیشہ کے لئے بطور ضابطہء حیات رہنا تھا۔ یعنی وہ مکمل بھی ہوتی اور غیر متبدل بھی۔ یہ کتاب ایسی ہی ہے۔

مکمل اور غیر متبدل

وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمته........ (۶/۱۱۶)

تیرے رب کی طرف سے دیئے جانے والے احکام وقوانین' صدق اور عدل کے ساتھ مکمل ہو گئے۔ اب ان میں تبدیلی کرنے والا کوئی نہیں۔

(۵) جو کتاب ہر طرح سے مکمل ہو۔ اس میں کسی ردو بدل کی ضرورت نہ ہو' وہ تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آسمانی ہدایت ہو۔ اس کا محفوظ رہنا ضروری تھا۔ چنانچہ اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے لیا۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون ہ (۱۵/۹)

ہم نے اس ضابطہء ہدایت کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اس قسم کی حفاظت کہ کوئی غیر خداوندی بات اس کے قریب تک نہ پھٹک سکے۔

لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه (۴۱/۴۲)

باطل اس کے آگے یا پیچھے' کہیں سے بھی اس کے پاس نہیں آسکے گا۔

اس رسول کا نام ہے' محمدؐ۔ اور اس کتاب کا نام' قرآن۔ جو چھٹی صدی عیسوی میں خدا کی طرف سے نازل ہوئی اور جسے مسلمانوں کی آسمانی کتاب کہا جاتا ہے' حالانکہ یہ درحقیقت تمام نوع انسان کی آسمانی کتاب ہے۔ ظاہر ہے کہ نبی' خدا کی طرف سے آتا ہی اس لئے تھا کہ وہ خدا کی وحی انسانوں تک پہنچائے۔ جب وہ وحی اپنی مکمل غیر متبدل اور محفوظ شکل میں انسانوں کے پاس موجود ہو تو پھر کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

ختم نبوت

چنانچہ' اس رسولؐ کے بعد نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا اور اسے **خاتم النبیین (۳۳/۴۰)** کہہ کر پکارا گیا۔

یہ ہے وہ کتاب (قرآن مجید) جو اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں دنیا میں موجود ہے اور جس میں ایک حرف کا ردو بدل نہیں ہوا۔ اس دعویٰ کی تصدیق خود اس کتاب کی داخلی شہادات اور تاریخ کے بیانات کرتے ہیں۔ پہلے داخلی شہادت کو لیجئے۔

★★★

کتابت کا رواج

زمانہ نزول قرآن میں، عربوں میں کتابت (لکھنے پڑھنے) کا رواج اتنا عام تھا کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ

اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ﴿۲/۲۸۲﴾

''جب تم کسی مدت کے لئے لین دین کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔''

اس کے بعد اس آیت میں اس لکھت پڑھت کے لئے تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا حکم اسی صورت میں دیا جا سکتا ہے جب لکھنے پڑھنے کا رواج عام ہو۔ معاملات کو ضبط تحریر میں لانے کی اہمیت یہ کہہ کر واضح کی کہ یہ **اقوم للشھادۃ** ہوتا ہے۔(۲/۲۸۲) یعنی اس سے شہادت محکم ہو جاتی ہے۔

یہ واضح ہے کہ جس قوم کو عام لین دین کے معاملات کو ضبط تحریر میں لانے کا ایسا تاکیدی حکم دیا گیا تھا اس قوم نے اپنی آسمانی کتاب کو تحریر میں لانے کے لئے کیا کیا اہتمام نہیں کئے ہوں گے جو اس کے لئے ضابطہء زندگی تھی اور جس کی راہنمائی کی اسے قدم قدم پر ضرورت پڑتی تھی۔ یہ کتاب ایک ہی بار نازل نہیں ہوئی تھی۔ نبی اکرمؐ کی تئیس سالہ نبوت کی زندگی میں، تدریجاً نازل ہوئی تھی۔

وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القران جملۃ واحدۃ...... ﴿۲۵/۳۲﴾

کفار اعتراض کرتے ہیں کہ یہ قرآن، اس رسول پر (پورے کا پورا) ایک ہی بار کیوں نہ نازل ہو گیا۔

قابل اعتماد کاتب

جوں جوں وحی نازل ہوتی تھی، اسے نہایت احتیاط سے ضبط تحریر میں لے آیا جاتا تھا۔ صحابہؓ اسے اپنے اپنے طور پر بھی لکھتے تھے لیکن بابِ نبوت کی طرف سے اس کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا اور اس عظیم ذمہ داری کے لئے نہایت قابل اعتماد کاتبوں کا انتخاب عمل میں لایا جاتا تھا، جو نہ صرف فن کتابت ہی کے ماہر ہوں بلکہ سیرت و کردار کے اعتبار سے بھی رفیع المنزلت ہوں۔

فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ...... ﴿۸۰/۱۳-۱۶﴾

(یہ وحی) ایسے صحیفوں میں محفوظ کر دی جاتی ہے جو نہایت واجب العزت ہیں۔ رفیع الشان اور ہر قسم کی غلطیوں اور آمیزیوں سے پاک اور صاف۔ ایسے کاتبوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی جو معاشرہ میں بڑی ہی عزت و تعظیم کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

حفاظت کی غرض سے اسے عام طور پر ان اوراق پر لکھا جاتا تھا جو (اس زمانے کے رواج کے مطابق) باریک کھال

(رق) سے بنائے جاتے تھے۔

کتب مسطور۔ فی رق منشور...... (۵۲/۲-۳)

پھیلے ہوئے رق پر لکھی ہوئی کتاب۔

اس طرح یہ وحی ایک کتاب کے اندر محفوظ ہوتی چلی جاتی تھی۔

انہ لقران کریم۔ فی کتب مکنون...... (۵۶/۷۷-۷۸)

یہ باعزت قرآن ہے۔ ایک محفوظ کتاب کے اندر۔

رسولؐ اللہ ان پڑھ نہیں تھے

یہ جو کہا جاتا ہے کہ نبی اکرمؐ ان پڑھ تھے۔ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ یہ صحیح نہیں۔ نبوت سے پہلے تو بے شک آپ کی یہی کیفیت تھی۔ لیکن نبوت کے بعد یہ بات نہیں تھی۔

وما کنت تتلوا من قبلہ من کتب ولا تخطہ بیمینک...... (۲۹/۴۸)

اس (نبوت) سے پہلے نہ تو کتاب پڑھنا جانتا تھا نہ اپنے ہاتھ سے لکھنا۔

من قبلہ۔ (اس سے پہلے) کی تخصیص اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ نبوت کے بعد حضورؐ کی کیفیت ایسی نہیں رہی تھی۔ آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

اس کتاب کی تلاوت مسلمانوں کے گھروں میں عام ہوئی تھی خود نبی اکرمؐ کے اہل خانہ کے متعلق قرآن میں ہے:

واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من ایت اللہ والحکمۃ...... (۳۳/۳۴)

(اے نبیؐ کی بیویو!) جو کچھ تمہارے گھروں میں' احکام خداوندی اور ان کی غرض وغایت (حکمت) کے متعلق (قرآن سے) پڑھا جاتا ہے' اسے ہمیشہ پیش نظر رکھو۔

حفاظ

اس وحی کو نہ صرف کتاب کے ذریعے محفوظ کیا جاتا تھا' بلکہ اسے لفظ بلفظ حفظ بھی کیا جاتا تھا۔

بل ھو ایت بینت فی صدور الذین اوتوا العلم...... (۲۹/۴۹)

یہ واضح آیات ہیں ان لوگوں کے سینے میں (محفوظ) جنہیں (وحی) کا علم دیا گیا ہے۔

اس طرح اس کتاب کی دہری حفاظت کی جاتی تھی -- بذریعہ تحریر اور بذریعہ حفظ -- ظاہر ہے کہ جو چیز اس طرح محفوظ کی جائے نہ اس میں کسی غلطی کا امکان ہوسکتا ہے نہ اس کے تلف ہونے کا خطرہ۔ یہ کتاب خود ان لوگوں کی زبان میں تھی اور اس کا انداز بیان نہایت واضح تھا۔ **بلسان عربی مبین...... (۲۶/۱۹۵)** اس لئے

ان لوگوں کو نہ اس کے لکھنے یا حفظ کرنے میں کوئی دقت پیش آتی تھی' نہ اس کے سمجھنے سمجھانے میں کوئی مشکل۔۔ اس کی تلاوت ہر گھر میں ہوتی تھی اور اس کا چرچا ہر جگہ۔ وہ سفر و حضر میں اسے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ زندگی کے ہر گوشے میں ان کے لئے ضابطہء حیات تھی اور انہیں ہر مقام پر اس سے راہ نمائی لینے کی ضرورت پڑتی تھی۔

اس طرح یہ کتاب ساتھ کے ساتھ محفوظ ہوتی گئی اور جب نبیؐ اکرم اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں تو یہ بعینہٖ اسی شکل اور ترتیب میں جس میں یہ اس وقت ہمارے پاس ہے' لاکھوں مسلمانوں کے پاس موجود' اور ہزاروں سینوں میں محفوظ تھی اس کی مستند کاپی (Master Copy) مسجد نبویؐ میں ایک ستون کے قریب' صندوق میں رکھی رہتی تھی۔ یہ وہ نسخہ تھا جس میں نبی اکرمؐ سب سے پہلے وحی لکھوایا کرتے تھے۔ اسے امام یا ام کہتے تھے اور اس ستون کو جس کے قریب یہ نسخہ رہتا تھا ''اسطوانہ مصحف'' کہا جاتا تھا۔ اسی ستون کے پاس بیٹھ کر' صحابہ کرامؓ ' نبی اکرمؐ ' کی زیرنگرانی' اس مصحف سے اپنے اپنے مصاحف نقل کیا کرتے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت اس قدر عام ہو چکی تھی کہ جب نبی اکرمؐ نے اپنے آخری حج (حجۃ الوداع) کے خطبہ میں' لاکھوں نفوس کو مخاطب کر کے پوچھا کہ کیا میں نے تم تک خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے' تو چاروں طرف سے یہ آواز گونج اٹھی کہ ہاں! آپؐ نے اسے پہنچا دیا ہے۔ یہی تھی وہ کتاب' جس کے متعلق حضرت عمرؓ نے' نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ کے آخری لمحات میں' دیگر صحابہؓ کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ۔۔ **''حسبنا کتاب الله''**۔ ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے۔۔ اور جس کے شک و شبہ سے بالاتر ہونے کے متعلق' خود اس کی اپنی شہادت موجود ہے۔ چنانچہ' قرآن کریم کی تمہید (سورۂ فاتحہ) کے بعد' پہلی سورت (سورۂ بقرہ) کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ

الم o ذلک الکتب لاریب فیه

...........‹۲/۲›

خدائے علیم و حکیم کا ارشاد ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کی شک والی بات نہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہ جو عام طور پر کہا جاتا ہے کہ نبی اکرمؐ قرآن کو مرتب شکل میں دے کر نہیں گئے تھے اور اس کو حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جمع اور مدون کیا گیا تھا' یہ صحیح نہیں۔ ''کتاب'' تو کہتے ہی اسے ہیں جو مرتب شکل میں موجود ہو۔ علاوہ ازیں خود ہماری کتبِ روایات میں بکثرت شہادات ایسی ملتی ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی اکرمؐ کے زمانہ میں قرآن کریم اسی ترتیب کے ساتھ مدون شکل میں موجود تھا۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں' اس کی عام نشرواشاعت ہوئی۔ البتہ ایک ضرورت واضح تھی۔ افراد امت کے پاس قرآن کے اپنے اپنے نسخے تھے۔ مدینہ میں مستند صحیفہ

(Master Copy) موجود تھا۔ اس لئے اہل مدینہ کو اس باب میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی تھی کہ وہ اپنے اپنے نسخوں کو اس مستند صحیفے سے ملا کر، اپنے نسخہ کی صحت کے متعلق مطمئن اور متیقن ہو جائیں۔ لیکن باہر والوں کو اس میں دقت پیش آ سکتی تھی۔ اس مقصد کے لئے ضروری تھا کہ قرآن کریم کے مستند نسخے، مختلف مراکز میں موجود ہوں۔ یہ نسخے حکومت کی طرف سے مرتب کر کے بھیجے جاتے تھے۔ لوگ ان، نسخوں سے مقابلہ کر کے اپنے اپنے نسخوں کی تصحیح کر لیتے تھے۔

قرآن کے لاکھوں نسخے

امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلیفہء اول کے زمانے میں کوئی شہر ایسا نہیں تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن کریم کے نسخے نہ ہوں اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں، مسلمانوں کے پاس اس کتاب عظیم کے لکھے ہوئے نسخے ایک لاکھ سے کم نہ تھے۔ (کتاب الفصل، الملل والنحل)۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانے میں جو سات (یا بعض روایات کے مطابق آٹھ) مستند اور مصدقہ نسخے مرتب کرائے تھے اور ان میں سے ایک مدینہ میں رکھ کر باقی مختلف شہروں میں بھیجے تھے، ان کی تفصیل کتبِ تاریخ میں موجود ہے۔

ضمناً اتنا اور سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عثمانؓ کو جو ''جامع القرآن'' کہا جاتا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں۔ آپ جامع القرآن نہیں تھے۔ دیگر خلفاء کی طرح، ناشر قرآن ہی تھے۔ انہوں نے البتہ اس کا اہتمام ضرور کیا تھا کہ کہیں کوئی ایسا نسخہ نہ رہے جو ان مستند اور مصدقہ نسخوں کے مطابق نہ ہو اور ایسا کرنا نہایت ضروری تھا۔ لوگوں نے جو نسخے اپنے اپنے طور پر مرتب کئے تھے ان میں سہو اور خطا کا امکان ہو سکتا تھا۔ اس زمانے میں چھاپے خانے تو تھے نہیں کہ حکومت، اپنی زیر نگرانی، قرآن کریم کے لاکھوں نسخے چھپوا کر تقسیم کر دیتی، اور اس طرح غیر مصدقہ نسخے باقی نہ رہتے۔ اس کے لئے یہی انتظام کیا جا سکتا تھا کہ مصدقہ نسخے مختلف مراکز میں بھیج کر ہدایت کر دی جاتی کہ لوگ ان کے مطابق اپنے لئے نسخے مرتب کر لیں اور اگر کسی کے پاس کوئی ایسا نسخہ ہو جو ان کے مطابق نہ ہو، اسے تلف کر دیا جائے تاکہ کسی ایسے نسخے کی اشاعت نہ ہونے پائے جس میں کوئی غلطی ہو۔

حضرت عثمانؓ کے مصدقہ نسخے

حضرت عثمانؓ نے اپنے مستند نسخوں میں سے جو نسخہ مدینہ میں رکھا تھا (جسے امام کہتے تھے اور جو آپ کی شہادت کے وقت آپ کے سامنے موجود تھا) اس کا سراغ قریب قریب مسلسل اور مربوط اطلاعات کے ذریعے چوتھی صدی ہجری تک ملتا ہے۔ (اس کے بعد تاریخی بیانات میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے) چنانچہ تیسری صدی کے ایک محقق، ابوعبیدہ ابوالقاسم بن سلام (متوفی ۲۲۳ھ) نے (کتاب القرات میں) بیان کیا ہے کہ اس نے اس مصحف کو

خود دیکھا تھا۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ اس نے اسے (آٹھویں صدی ہجری میں) بصرہ میں دیکھا تھا۔ دسویں صدی ہجری میں' (ابو تیمور کے زمانے میں) ابوبکر الشاشی نے اسے حضرت عبداللہ کے مزار پر رکھ دیا۔ جب روس میں بالشویک حکومت قائم ہوئی تو یہ نسخہ ان کے ہاتھ آ گیا۔ اس کے متعلق ۱۹۵۹ء میں روس کے ایک رسالہ (سوویٹ دیس) میں جو اطلاعات شائع ہوئی تھیں ان میں کہا گیا تھا کہ یہ (مصحفِ عثمانی) تیمور کے کتب خانہ میں تھا جو ۱۳۹۳ء میں سمرقند میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کے بعد معلوم نہیں کن حالات کے تحت' یہ نسخہ اس کتب خانے سے نکل کر سمرقند کی مسجد خواجہ احرار میں آ گیا اور صدیوں تک اس مسجد میں ایک مرمریں ستون سے' زنجیروں کے ساتھ معلق رہا۔ ۱۸۶۸ء میں روسی شہنشاہیت بخارا پر قابض ہوئی تو روسی گورنر جنرل (دان کاف مان) نے اسے خرید کر' پیٹرس برگ کے شاہی کتب خانہ میں تحفتہً بھیج دیا۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب روس کے بعد' یہ نسخہ' حکومت کے ایک فرمان کے مطابق' روسی پارلیمان کے مسلم نمائندوں کے ایک جلسہ میں اوفا پہنچا۔ پھر اسے تاشقند لایا گیا۔ روسی نشریہ میں اس نسخہ پر' حضرت عثمانؓ کے خون کے نشانات کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ روسی مستشرقین نے اس کی قدامت تسلیم کر لی ہے۔

۱۹۶۵ء میں ایک پاکستانی وفد' زیر قیادت (اس زمانے کے صدر مملکت پاکستان) محمد ایوب خان (مرحوم) روس گیا تھا۔ وہاں انہیں اس مصحف کا ایک مکمل عکسی نسخہ بطور تحفہ دیا گیا تھا۔

۱۴ مارچ ۱۹۷۶ء کے روزنامہ ڈان (کراچی) میں (H.A.Hamied) صاحب کا ایک مقالہ شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے اس نمائشِ کتب کی تفصیل دی تھی جو نیشنل میوزیم (کراچی) میں انٹرنیشنل سیرت کانگریس کی تقریب پر منعقد کی گئی تھی' اس میں مصحف عثمانی کا وہ عکسی نسخہ بھی تھا' جسے صدر ایوب خان (مرحوم) روس سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس ضمن میں صاحبِ مقالہ نے لکھا تھا:

> قرآنِ کریم کا یہ نسخہ' جو قدیم کوفی رسم الخط میں مرقوم ہے' وہ ہے جسے خلیفہء ثالث (حضرت عثمانؓ) نے مصر بھیجا تھا' اور اسکے بعد وہ بغداد پہنچ گیا تھا۔ ازاں بعد اسے حضرت شیخ ابوبکر محمد بن علی القیقل الشما شمانے' جن کی اہل بغداد کی نظروں میں بڑی قدر ومنزلت تھی' بطور تحفہ تاشقند بھیج دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت یہ نسخہ ان کے زیر تلاوت تھا۔ جب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان (مرحوم) روس تشریف لے گئے تو انہیں یہ نسخہ تحفتہً دیا گیا تھا۔

یعنی اب وہ عکسی نسخہ نیشنل لائبریری' کراچی کی وجہ زینت و افتخار ہے۔

ایک نسخہ مدینہ میں موجود تھا جسے جنگِ عظیم میں ترکی گورنر فخری پاشا، دوسرے متبرکات کے ساتھ، قسطنطنیہ لے گئے تھے اور اب کہا جاتا ہے کہ وہاں موجود ہے۔

ایک نسخہ کے متعلق مولانا شبلی نعمانی (مرحوم) نے لکھا تھا کہ انہوں نے اسے جامعہ دمشق میں (غالباً ۱۸۹۶ء میں) دیکھا تھا۔

ایک نسخہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ فاس میں ہے۔ ایک کتب خانہ خدیویہ (مصر) میں۔ ایک نسخہ جو کوفہ بھیجا گیا تھا، قسطنطنیہ میں ہے۔ ایک نسخہ لندن میں ہے۔

ان نسخوں کی تاریخی تحقیقات کے متعلق مبسوط مقالہ، پرویز صاحب کی کتاب ''مذاہبِ عالم کی آسمانی کتابیں'' کے اخیر میں ثبت ہے۔ اربابِ ذوق کے لئے اس کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

ان کے علاوہ، متعدد صحابہؓ کے لکھے ہوئے نسخے، ہندوستان، ایران، مصر، عرب اور ترکی کے کتب خانوں اور عجائب گھروں میں ملتے ہیں۔

لیکن اگر (بفرضِ محال) یہ نسخے اس وقت موجود نہ بھی ہوتے تو بھی قرآن کریم کی صحت کے متعلق کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ نبی اکرمؐ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک، مسلمانوں کی عام آبادی ہی نہیں، بلکہ ان کی سلطنتیں، مختلف ملکوں میں مسلسل اور متواتر چلی آ رہی ہیں۔ قرآن پر ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ اس کا کم از کم ایک نسخہ ہر گھر میں موجود رہتا ہے۔ اسکی تعلیم ہر بچے کو دی جاتی ہے۔ اس کے متعلق (تفسیر وغیرہ کے ہر سلسلہ میں) شروع سے آج تک ہزارہا کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس تمام دوران میں قرآن کریم کے کسی ایک نسخے کا سراغ تک نہیں ملتا جو دوسرے نسخوں سے مختلف ہو۔ علاوہ بریں، رسول اللہؐ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں قرآن کے حافظ، مسلسل اور پیہم چلے آ رہے ہیں۔ ہر سال کروڑوں مسلمانوں کی موجودگی میں (رمضان المبارک) میں قرآن کریم کو دہرایا جاتا ہے اور یہ سلسلہ بھی صحابہؓ کے زمانہ سے متواتر چلا آ رہا ہے۔ ان حالات میں کیا اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کسی شبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ قرآن کریم اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں امت کے پاس مسلسل چلا آ رہا ہے؟

یہ تو قرآن کریم کی داخلی شہادات تھیں۔ جہاں تک خارجی تحقیق کا تعلق ہے مشہور مستشرق (Hortnig Hirschfeld) اپنی کتاب۔۔ (New Researches into The Composition and Exegess of the Quran) میں لکھتا ہے:

> عہد حاضر کے نقاد اس پر متفق ہیں کہ قرآن کے موجودہ نسخے اس اصلی نسخے کا ہو بہو عکس ہیں جسے (حضرت) زیدؓ نے لکھا تھا اور قرآن کا متن بعینہٖ

وہی ہے جسے محمدؐ نے (لکھا کر) دیا تھا۔

سر ولیم میور جیسا متعصب اہل قلم' اپنی کتاب (Life of Muhammad) میں لکھتا ہے:

یہ یقینی بات ہے کہ قرآن جس شکل میں ہمارے پاس اِس وقت موجود ہے' یہ بعینہٖ اسی شکل میں' (حضرت) محمدؐ کی زندگی میں جمع اور مرتب ہو چکا تھا۔

کچھ سال اُدھر' سر جان ہمرٹن کے زیرِ اہتمام' یونیورسل انسائیکلوپیڈیا' گیارہ جلدوں میں شائع ہوا تھا' ''قرآن'' کے عنوان سے جو مقالہ درج ہے' اس میں تحریر ہے:

یہ کتاب' پیغمبر محمدؐ پر' ان کی زندگی کے آخری تئیس (۲۳) سال میں مکہ اور مدینہ میں نازل ہوتی رہی اور مسلمانوں کے عقیدہ میں کلامِ الٰہی ہے۔ یہ خلاف حدیث کے جو مجموعہء کلام رسولؐ ہے۔ قرآن پیغمبر کی زندگی ہی میں اور انہی کی زیر ہدایت ونگرانی ضبطِ تحریر میں آ گیا تھا اور ان کے صحابیوںؓ نے اسے حفظ یاد کر لیا تھا اور یہ معمول آج تک جاری ہے۔ چنانچہ صدہا مسلمان کلام پاک کے حافظ ہیں اور اسے سارے کا سارا دہرا سکتے ہیں بغیر کسی ایک غلطی کے۔

اس کتاب کا دعویٰ ہے کہ اس میں تمام کتبِ آسمانی کے حقائق آ گئے ہیں اور یہ کہ وہ' آخری اور ناقابل تغیر کتاب ہے۔ نیز یہ کہ نوع انسان کے لئے وہ جامع ترین دستور العمل ہے' اور یہی دین ابراہیمؑ وموسیٰؑ (علیہم السلام) اور سارے قدیم انبیاؑء کا رہ چکا ہے۔

ان کے علاوہ ایک حالیہ شہادت' ان سب سے زیادہ واضح ہے۔ پیرس کے ڈاکٹر (Maurice Bucaille) نے ایک شہرۂ آفاق کتاب (The Bible, The Quran and Science) لکھی ہے جس نے بین الاقوامی شہرت حاصل کر لی ہے۔ اس میں اس نے بتایا ہے کہ تخلیق ونظام کائنات کے متعلق جو کچھ بائبل میں آیا ہے' عصر حاضر کے سائنٹیفک انکشافات ان سب کی تردید کرتے ہیں' لیکن جو کچھ قرآن مجید نے کہا ہے' یہ انکشافات اس کی تائید وتوثیق کرتے ہیں یہ ایک الگ موضوع ہے جس کے متعلق طلوعِ اسلام میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ اس کتاب میں' ایک مستقل باب ہے۔ ''قرآن کے مستند ہونے کا ثبوت۔۔ یہ کس طرح مرتب ہوا تھا۔'' اس میں اس نے مختلف شہادات سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ کتاب شروع ہی میں مرتب اور محفوظ ہو گئی تھی اور اب تک غیر محرف چلی آ رہی ہے۔

اپنوں کی نہیں' بلکہ غیروں کی ان شہادات کے بعد' کیا اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی شبہ رہ جاتا ہے

کہ قرآن کریم بعینہٖ اسی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے جس شکل میں اسے نبی اکرمؐ نے امت کو دیا تھا۔

شیعی دنیا کے نامور فاضل، شیخ محمد حسین۔۔ الکاشف الغطا کی کتاب ''اصل الشیعه واصولها'' کا اردو ترجمہ ''اصل واصول شیعه''۔۔رضا کار بک ڈپو لاہور نے شائع کیا تھا۔اس میں وہ لکھتے ہیں:

وہ کتاب جو اس وقت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے یہ وہی ہدایت نامہ ہے جسے پروردگار عالم نے معجزہ بنا کر نازل کیا اور اس کے ذریعے احکام دین کی تعلیم دی۔نہ اس میں کوئی کمی ہوئی نہ زیادتی۔مسلمانوں میں جو لوگ تحریف کے قائل ہیں وہ خطا پر ہیں۔کیونکہ اس اعتقاد سے نصِ قرآنی۔۔**انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون**۔۔ کی تردید ہوتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منصور سرمدی، راولپنڈی

قتلِ مرتد اور قرآنِ کریم

متاعِ شیخ اساطیرِ کُہن بود
حدیثِ اُوہمہ تخمین و ظن بود
ہنوز اسلامِ اُو زُنار دار است
حرم چوں دیر بود اُو برہمن بود

یوں تو اکیسویں صدی عمومی طور پر جملہ مسلمانوں کے لئے کوئی اچھا ''شگون'' لے کر نہیں آئی مگر خاص طور پر ''روایتی'' مسلمان کے لئے تازیانۂ قہر ثابت ہو رہی ہے۔ سائنسی، علمی اور فکری میدانوں میں تو وہ صدیوں سے چت تھا ہی، مگر اب کے جو 'مغربیت' کی ہوا چلی ہے تو اس کا سب سے بڑا ہدف ''روایتی'' مسلمان کے وہ دیرینہ عقائد و نظریات ہیں جنہیں وہ صدیوں سے زمانے کے گرم و سرد سے بچاتا اور بلا سوچے سمجھے خدا کے غیر متبدل قوانین جان کر مانتا چلا آ رہا تھا۔ خواہ صغرسنی کے نکاح (Child Marriage) کا مسئلہ ہو یا عورت کی سربراہی کا، غلاموں اور لونڈیوں کے جواز کا معاملہ ہو یا مساوات حقوق مرد و زن کا، الغرض سائنسی ایجادات کی تحلیل و تحریم کا معاملہ ہو یا پھر مرتد کے لئے سزائے قتل کا، آج ہمارا یہ روایتی مسلمان ان موضوعات پر 'روایاتی' موقف کا دفاع کرنے میں بے بس نظر آتا ہے۔ مذکورہ بالا نظریات پر مدلل جرح و تنقید کا سامنا کرتے ہوئے آج وہ جھینپا جھینپا سا دکھائی دیتا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟

بات یہ نہیں ہے کہ مغرب کی جانب سے یہ طعن و تنقید اور دلائل و براہین اچانک کہیں سے منصۂ شہود پر آ گئے ہیں۔ مستشرقین تو ایک عرصے سے یہ واویلا کئے چلے جا رہے ہیں۔ دراصل بیسویں صدی کے آخری عشرہ اور اکیسویں صدی کے آغاز میں ایک بڑا واقعہ (Clossal Event) رونما ہوا ہے۔ اسے جانکاہ حادثہ کہئے یا ایک عظیم کامیابی کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی نے انٹرنیٹ، کیبل نیٹ ورک، ٹی وی، سی ڈیز ور آن لائن اخبارات و رسائل وغیرہ کے ذریعے مغربی اور مشرقی عوام کے مابین موجود اس

مواصلاتی خلیج (Communication Gap) کو پاٹ دیا ہے جو صدیوں سے چلی آ رہی تھی اور اسی سے اس کشمکش نے جنم لیا ہے جسے 'تہذیبوں کے تصادم' کا نام دیا جا رہا ہے۔ غضب یہ ہوا ہے کہ اس صدی کے آغاز میں تہذیبوں کے میل جول کے باعث محولہ بالا عقائد پر روایتی مسلمان کو پہلی بار شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے' جس کی وجہ سے وہ حیران و پشیمان بلکہ صدمے کی کیفیت سے دوچار ہے۔ اس بیچارے کو ہمارے احبار و رہبان کی جانب سے یک طرفہ ذہن سازی (Brain Washing) کے ذریعے ساون کا اندھا بنا دیا گیا تھا۔ اس نے یہ تنقید کبھی سنی ہی نہیں تھی۔ اب جو اسے مدلل تنقید سے پالا پڑا ہے تو اس کی سانس پھول رہی ہے' اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا ہے اور اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اسلام کے ''مسلمہ'' عقائد و نظریات کو ایک ایک کر کے ہدف ملامت واستہزاء بنایا جا رہا ہے اور وہ بے چارہ مدد کے لئے کبھی احبار و رہبان کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھتا ہے اور کبھی بے بسی سے آسمان کی طرف۔ چونکہ اس روایتی مسلمان کو اسلام سے حد درجہ عقیدت و شیفتگی ہے (اور ہونی بھی چاہئے)' اس لئے موجودہ صورتِ حال اس کے لئے غایت درجہ تشویشناک اور وجۂ صد اضطراب ہے۔

یہ بات طے ہے کہ ایک طرف تو مذکورہ بالا عقائد و نظریات دور جدید کے تقاضوں سے بالکل مطابقت نہیں رکھتے' دوسری طرف انہیں منسوب کیا جاتا ہے خدا کی طرف۔ یہاں قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا کے بنائے ہوئے قوانین (معاذ اللہ) ایسے ہی ناپائیدار و ناقص ہیں جو مغرب کے تنقیدی طوفان کے ایک ریلے کا سامنا بھی نہ کر سکیں؟ اور ہمارا روایتی مسلمان ان کے دفاع سے عاجز آ جائے؟ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ قوانین خداوندی ایسے کسی بھی نقص و عیب سے منزہ ہیں۔ قوانین خداوندی اٹل ہوا کرتے ہیں (6/34, 6/116)۔ خدا اپنا قانون تبدیل نہیں کیا کرتا (17/77)۔ لہٰذا قوانینِ خداوندی میں کوئی سقم بار نہیں پا سکتا۔ یہ سقم خود ہم مسلمانوں میں تو ہو سکتا ہے مگر خدا کا قانون اس سے بری الذمہ ہے۔

گر من آلودہ دامنم چہ عجب
ہمہ عالم گواہ عصمتِ اُوست

یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے اپنی وحی کے ایک ایک لفظ کو محفوظ کر لینے کا وعدہ کیا اور آج یہ وحی ہمارے پاس قرآن کریم کی شکل میں محفوظ و مصئون ہے۔ ہم جس وقت چاہیں کسی بھی عقیدے' نظریے یا قانون کو کتاب اللہ کی روشنی میں پرکھ کر معلوم کر سکتے ہیں کہ آیا وہ قرآنی تعلیمات کے مطابق ہے یا نہیں۔ مضمون کے آغاز میں جن عقائد و نظریات کا ذکر کیا گیا ہے' قرآن مجید کی روشنی میں ان سب کا تجزیہ کرنا تو اس مختصر سے مقالے میں ممکن نہیں ہے

کہ: ؎

سفینہ چاہئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

آج کی نشست میں صرف مؤخرالذکر عقیدہ پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

چند ماہ پہلے افغانستان کے ایک شہری عبدالرحمان' جس نے پندرہ سال پہلے مذہب اسلام ترک کر کے مسیحیت اپنا لی تھی' کو حکومت افغانستان نے گرفتار کر کے اس پر ارتداد کا مقدمہ چلایا۔ جس کے نتیجے میں ماتحت عدالت نے مروجہ شرعی قانون کے مطابق عبدالرحمان کو موت کی سزا سنا دی تھی۔ یہ مقدمہ اعلیٰ عدالتوں تک پہنچتے پہنچتے اخبارات اور برقی ذرائع ابلاغ کے ذریعے پوری دنیا کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جس پر مغربی ممالک بالخصوص امریکہ اور اٹلی کی حکومتوں نے افغان حکومت پر زور دیا کہ وہ عبدالرحمان کو محض تبدیلیٔ مذہب کی بنیاد پر موت کی سزا دینے سے باز رہے۔ چنانچہ عبدالرحمان کو مذکورہ ممالک کے دباؤ پر دماغی مریض قرار دے کر رہا کر دیا گیا۔ اٹلی نے اسے سیاسی پناہ فراہم کر دی اور یوں معاملہ نپٹا دیا گیا۔ افغانستان کی مذہبی پیشوائیت نے اس پر کافی احتجاج کیا مگر اسے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ اس مقدمہ کے نتیجہ میں ''اسلام'' ایک مرتبہ پھر مغرب کے تنقیدی حملوں کا نشانہ بن گیا۔ یہ واقعہ مغربی دنیا' جو اسلام پر پہلے سے ہی ادھار کھائے بیٹھی ہے' کی اسلام سے نفرت میں مزید اضافے کا سبب بن گیا۔

آج سے تقریباً ۱۴۲۷ سال پہلے' اللہ کے آخری نبی ﷺ پر اللہ کا کلام اتارا گیا۔ جب آپ نے قوانین خداوندی کی تبلیغ و اشاعت کا آغاز کیا تو آپ پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑ دیے گئے۔ برسوں کی مسلسل محنت کے بعد سابقون الاولون کی جماعت تیار ہوئی جس کی مدد سے اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ میں پہلی ریاست قائم کی۔ قرآن کریم اس ریاست کا آئین قرار پایا۔ محمد الرسول اللہ ﷺ خود بھی اس آئین پر عمل پیرا ہوئے اور سابقون الاولون کو بھی اسی کے اتباع کی ہدایت کی۔ آپ ذرا چشمِ تصور میں لایئے ایسی ریاست کو جس کا دستور قرآن ہو' نافذ کرنے والی ذات جنابِ محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی ہو اور سابقون الاولونؓ کی جماعت اس آئین کی مطیع ہو' اس مثالی امتزاج کا نتیجہ کیا نکلا ہوگا' آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اس کے نتیجے میں بغیر کسی جبر و اکراہ کے (یدخلون فی دین اللہ افواجا) لوگ فوج درفوج دین اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہ وہ جنت نما معاشرہ تھا جس میں نہ کوئی کسی کا محکوم تھا نہ محتاج۔ سب لوگ قوانین خداوندی کی اطاعت بطیبِ خاطر کرتے تھے۔ ہر شخص آزاد تھا اور ماسوائے ان حدود اللہ کے جن کا مقصد معاشرے میں امن و سکون کا نفاذ اور اس نظام کا تسلسل تھا' کسی فرد پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ گویا ہر طرف خدا (کے

قانون) کی حکمرانی تھی۔

مگر یہ صورتِ حال تادیر برقرار نہ رہ سکی۔ خلافت کی جگہ ملوکیت نے سنبھال لی۔ مذہبی اور دنیاوی معاملات میں ثنویت (Duality) پیدا ہوگئی یا کردی گئی۔ دنیاوی معاملات بادشاہوں نے اپنے ہاتھ میں لے لئے اور مذہبی معاملات مذہبی پیشوائیت نے سنبھال لئے۔ باہمی گٹھ جوڑ سے دونوں نے اپنے مخالفین کو راستے سے ہٹانے کے لئے مختلف طریقے وضع کر لئے۔ ان میں کا سب سے زیادہ مؤثر اور مستعمل طریقہ یہ تھا کہ مذہبی مخالف ہوتا یا سیاسی' مذہبی پیشوائیت کی طرف سے پہلے اس پر فتویٰ صادر کیا جاتا کہ فلاں شخص کے عقائد اسلام کے مطابق نہیں رہے اور وہ اسلام کے دائرے سے خارج ہو چکا ہے۔ اس طرح اسے واجب القتل قرار دے دیا جاتا اور اربابِ اقتدار اس فتویٰ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اسے حوالۂ دار و رسن کر دیتے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کی تاریخ کے صفحات اسی قسم کی قتل و غارت گری سے رنگین ہیں۔

خوانندگان محترم! ان سطور میں مرتد کی سزائے قتل کا جائزہ صرف اور صرف قرآنِ کریم کی روشنی میں لیا جائے گا' کہ یہی وہ قسطاس ہے جو کھرے کو کھوٹے سے الگ کر دیتی ہے' یہی وہ میزان ہے جو صحیح کو غلط سے چھانٹ کر رکھ دیتی ہے اور یہی وہ کسوٹی ہے جو حلال کو حرام سے ممیّز کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کائنات کو عالم امر سے عالم خلق میں لایا تو اس کی ایک ایک چیز کو لگے بندھے ضابطے اور قانون کا پابند کر دیا۔ اس میں صرف انسان کا استثناء ہے۔ دوسرے لفظوں میں انسان کے سوا کائنات کی ہر شے کو مجبور پیدا کیا گیا' مثلاً پانی کو یہ قانون دے دیا گیا کہ وہ نشیب کی طرف بہے گا' پیاس بجھائے گا اور نباتات اگانے میں معاون ہوگا وغیرہ۔ اب پانی میں اس قانون سے سرتابی کی مجال نہیں ہے۔ اسی طرح آگ کے اندر یہ صلاحیت رکھ دی گئی کہ یہ چیزوں کو حرارت پہنچا کر پکائے گی' جلائے گی وغیرہ۔ چنانچہ آگ اس کے برعکس نتائج پیدا نہیں کر سکتی۔ یہی حال جانداروں کا بھی ہے۔ آپ ذرا وہ مشہور مثال سامنے لائیے جس میں ایک مرغی کے نیچے اگر بطخ اور مرغی کے انڈے سینے کے لئے رکھ دیئے جائیں تو چند دن کے بعد جب انڈوں سے بچے نکلیں گے تو کیا ہوگا؟ بطخ کے چوزے پانی کی طرف لپکیں گے جبکہ مرغی کے چوزے اس سے اعراض برتیں گے۔ سوال یہ ہے کہ بطخ کے چوزوں کو کس نے بتایا کہ پانی کی طرف جانا مفید ہے؟ مرغی کے چوزوں سے کس نے کہا کہ خشکی کی جانب جاؤ؟ ظاہر ہے کہ یہ قوانین ان پر کہیں خارج سے لاگو نہیں کئے گئے بلکہ خالقِ کائنات نے ان کی جبلت (Instinct) میں یہ باتیں ودیعت کر دیں۔ آج کی اصطلاح میں خدا نے ان کی (Hard Disk/Chip) میں یہ ہدایات مرقوم کر دیں لہٰذا وہ خود

بخود ان پر عمل پیرا ہو گئے۔ یہی مفہوم ہے ان آیات کا جن میں کہا گیا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز قوانین خداوندی پر طوعاً وکرہاً عمل پیرا ہے (3/108)۔ ارض وسما کی ہر شے خدا کی تسبیح کرتی ہے (17/44, 62/1)۔ ارض وسما کی ہر شے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہے (13/15)۔ اور والنجم و الشجر یسجدٰن (55/6)۔ یہی وجہ ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء میں سے کسی سے بھی اس کے اعمال کی باز پرس نہیں ہوگی سوائے حضرتِ انسان کے' اس لئے کہ مجبور کا کوئی کام اس کی مرضی سے نہیں ہوتا لہٰذا حساب کتاب کس بات کا؟ مگر انسان کے لئے اللہ نے کوئی باطنی (Intrinsic) ہدایات نہیں بھیجیں بلکہ اسے خارج سے وحی کے ذریعے حق و باطل کی تمیز سکھائی گئی ہے۔ اس مقصد کے لئے خالقِ کائنات نے انبیائے کرام کا سلسلہ مبعوث فرمایا جن کے ذریعے اس نے انسان کو دو راستے دکھائے۔ 'وھدینٰہ النجدین (90/10) صحیح راستہ کے متعلق کہہ دیا گیا کہ:

''جو لوگ انبیاء پر نازل شدہ وحی پر ایمان لے آئیں اور آخرت پر' تو ایسے لوگ صحیح راستے پر چلنے والے اور فلاح پانے والے ہیں''۔ (7/157, 2/4-5)۔

غلط راستہ کے متعلق تنبیہہ کر دی گئی کہ:

''جو لوگ ہماری آیات سے انکار (کفر) کی روش اپنائیں گے اور انہیں جھٹلائیں گے' ہمیشہ کے لئے ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا''۔ (2/39)۔

ان ہدایات کے ساتھ ساتھ خدا نے انسان کو حواسِ خمسہ (Five Senses) عطا کر دیئے تاکہ وہ ہر معاملہ میں چھان پھٹک کر فیصلہ کیا کرے اور سب سے بڑھ کر انسان کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت عطا کر دی تاکہ اپنے لئے صحیح راستہ منتخب کرنے میں اس کو آسانی ہو۔ یعنی انسان کو صاحب عقل وخرد پیدا کیا گیا اور اسے کامل آزادی و اختیار دیتے ہوئے اعلان کر دیا گیا کہ:

''ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارے رب کی طرف سے حق آ گیا۔ اب جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے انکار کی روش اپنا لے''۔ (18/29)۔

اس پورے مضمون کو قرآن نے نہایت ایجاز سے سورہ دھر کی دو آیتوں میں بیان کیا ہے۔ فرمایا گیا ''ہم نے انسان کو مخفی صلاحیتوں والے نطفہ سے تخلیق کیا۔ پھر مختلف مراحل سے گزار کر اسے سماعت و بصارت (یعنی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت) سے نوازا۔ پھر ہم نے اسے صحیح راستے کی طرف ہدایت کی۔ اب یہ چاہے تو اس کو اختیار کر لے چاہے تو انکار کر دے''۔ (76/2-3)۔

یہاں تک کی تصریحات سے واضح ہو جاتا ہے کہ خدا کے ہاں ایمان لے آنے یا کفر اختیار کرنے کے معاملے

میں کوئی جبر و اکراہ نہیں ہے۔ البتہ کفر کا راستہ اپنانے سے جہنم ملے گی اور ایمان کے رستے پر چلنے سے جنت۔ یہ بات تو انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ جونسا چاہے راستہ چن لے مگر ان کے نتائج میں تبدیلی کا اختیار اس کے پاس نہیں ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ وہ راستہ تو کفر کا اختیار کرے مگر اس کو بدلے میں جنتی زندگی کے ثمرات حاصل ہو جائیں اور ایسے ہی اس کے بالعکس بھی (vice versa)۔ رسول اکرم ﷺ سے کہا گیا کہ:

''اگر تیرا رب چاہتا تو کرۂ ارض کے تمام لوگ ایمان لے آتے (مگر انہیں مجبور محض پیدا نہیں کیا گیا) تو کیا آپؐ لوگوں کو مجبور کریں گے حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں؟''۔(10/99)۔

ایک اور مقام پر آنجناب ﷺ سے کہا گیا کہ ''(ان سے کہہ دو) تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے دلائل آ چکے۔ اب جو کوئی اپنی آنکھیں کھلی رکھ کر چلے گا اس کا فائدہ اسی کو ہو گا اور جو اپنی آنکھیں بند کر کے اندھا بن کر چلے گا اس کا نقصان اسی کو ہو گا۔ مجھے تم پر کوئی نگہبان مقرر نہیں کیا گیا (کہ تمہیں ایک خاص رستے پر چلاؤں)''۔ (6/105)۔

خوانندگانِ محترم! دین اسلام کو اختیار کرنے یا نہ کرنے سے متعلق یہ ہے مختصراً قرآن کریم کی حکمت عملی۔ اس ضمن میں اور بھی آیات پیش کی جا سکتی ہیں' مگر سر دست انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی وجہ سے اپنا دین چھوڑ بیٹھے اور کسی اور مذہب کا پیروکار بن جائے تو قرآن کریم کیا احکامات دیتا ہے۔ قرآن کریم ایک کامل کتاب ہے جس میں ہر پہلوئے حیات سے متعلق ہدایات درج ہیں۔ معاملہ زیر بحث کے تحت دو ہی صورتیں پیش آ سکتی ہیں۔

اولاً' اگر کوئی پیدائشی مسلمان سن شعور کو پہنچنے پر محسوس کرے کہ جس راستے پر وہ گامزن ہے وہ منزل کی طرف نہیں جاتا اور اسے چھوڑ کر کوئی اور راہ اپنا لے۔ ایسے شخص پر حقیقی معنوں میں لفظ ''مرتد'' کا اطلاق نہیں ہوتا' کیونکہ لفظ مرتد سے مراد ہے وہ شخص جو پلٹ کر پرانے راستے پر گامزن ہو جائے۔ امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے (الارتداد) اسی راستے پر پلٹنے کو کہتے ہیں جس سے کوئی آیا ہو (دیکھئے' لغات القرآن از پرویز' جلد دوم' ص 742)۔ اصطلاح میں ارتداد دین اسلام چھوڑ کر کسی اور مذہب کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں لیکن ہمارے مذہبی ادب میں پیدائشی مسلمان کے دین اسلام چھوڑنے پر بھی مرتد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی رو سے پیدائشی مسلمان یا پیدائشی ایمان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس کی رو سے ایمان لانا پڑتا ہے اور اسی طرح کفر اختیار کیا جاتا ہے' اس ایمان کے لانے یا کفر کے اختیار کرنے میں انسان کو مکمل آزادی عطا کی گئی ہے جس پر مفصل بحث پہلے گزر چکی ہے۔

ثانیاً، اگر کوئی شخص ابتداً کسی اور مذہب کا پیروکار تھا پھر وہ اسلام سے متاثر ہو کر ایمان لے آیا لیکن اس کے بعد دوبارہ واپس اسی مذہب (یا کسی تیسرے مذہب) کی طرف پلٹ گیا ہو تو مذہبی اصطلاح میں ایسا شخص مرتد کہلاتا ہے۔ مذہبی پیشوائیت کے ہاں محولہ بالا دونوں اقسام میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا اور دورِ ملوکیت میں وضع کردہ روایتوں کی رو سے کہا جاتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے منسوب یہ روایت بڑے زور شور سے پیش کی جاتی ہے۔

من بدل دینه فاقتلوه (البخاری)

یعنی جو اپنا دین تبدیل کر لے اسے قتل کر دو۔

آئیے دیکھتے ہیں مرتد کے بارے میں قرآن کیا کہتا ہے۔

سورہ آلِ عمران میں اس مسئلے پر بڑی خوبصورتی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

''اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، ایسا شخص آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔'' (3/85)۔

یہ تو بات ہوئی اس شخص کی جو کبھی سرے سے اسلام میں داخل ہوا ہی نہیں تھا۔ اس سے اگلی آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جو ہدایت یافتگی کے بعد پھر کافر ہو گئے۔ ملاحظہ ہو:

كيف يهدى الله قوما ...... ولا هم ينظرون (3/86-88)۔

''اللہ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دے سکتا ہے جو ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر گئی ہو؟ حالانکہ اس نے شہادت دی تھی کہ اللہ کا رسول برحق ہے اور اس کے سامنے واضح دلائل بھی آ چکے تھے۔ اللہ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ایسے لوگوں کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر اللہ، ملائکہ اور انسانوں، سب کی لعنت ہوتی ہے۔ یہ ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے۔ نہ تو ان کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی نہ ہی انہیں کوئی مہلت دی جائے گی۔''

آگے بڑھنے سے پہلے آیئے ان آیات کا تجزیہ کرتے چلیں۔ پہلی بات تو یہ کہ اللہ نے ان آیات میں کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ جو لوگ ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیں انہیں دنیا میں قتل کر دیا جائے۔ دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ دینِ اسلام سے مہجوری اختیار کر لینے کے نتیجے میں یہ لوگ اللہ، ملائکہ اور انسانوں کی لعنت کا ہدف بن گئے یعنی ان تمام برکات و ثمرات سے انہوں نے اپنے آپ کو محروم کر لیا جو ایک سچے اور سیدھے راستے پر چلنے سے انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ اگر یہ دینِ حق پر استقامت سے جمے رہتے تو کامیاب و کامران رہتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا لہٰذا یہ ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں گے۔

یہ تو ہوئے وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر گئے اور پھر اسی پر ان کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا مگر

بعض لوگ ایسے بھی تو ہو سکتے ہیں جنہیں اپنے فیصلے کی غلطی کا احساس ہو جایا کرتا ہے۔ اللہ کی رحمت کا دروازہ ایسے لوگوں کے لئے بند نہیں رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اسی سے اگلی آیت میں ارشاد ہے کہ:

''الذین تابو...... غفور الرحیم'' (3/89)۔

(ترجمہ) ''(جولوگ ایمان کے بعد کفر اختیار کر جائیں ان پر اللہ' ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہمیشہ برستی ہے) مگر ان میں سے جو لوگ اس کے بعد توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو بلا شبہ اللہ تعالیٰ بخشندہ ومہربان ہے''۔

اس آیت پر نہایت غور وخوض کی ضرورت ہے۔ اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی تو ان لوگوں کا دوبارہ اسلام میں داخل ہونا ممکن ہی نہ ہوتا۔ کیونکہ انہیں تو کب کا حوالۂ دار ورسن کر دیا گیا ہوتا لیکن ٹھہریئے' مذہبی پیشوائیت یہاں پر کہہ سکتی ہے کہ ہمارے قانون شریعت میں بھی مرتد کے لئے تین دن تک توبہ کرنے کی مہلت دی جاتی ہے اس لئے ہمارا قانون اس آیت سے متعارض نہیں ہے۔ یہ محض فریب دہی ہے کیونکہ اول تو قرآن میں اس طرح کی کسی معینہ مہلت کا ذکر نہیں ہے۔ دوسرے' خدا کے علم میں یہ بات تھی کہ احبار ورہبان قرآنی تعلیمات کو توڑ موڑ کر پیش کریں گے چنانچہ اگلی ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور ممکنہ صورت بھی پیش کر دی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مرتد کی طبعی موت کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

''جو لوگ ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر گئے اور پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے تو ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ ایسے لوگ راستے سے بھٹک گئے ہیں۔ جن لوگوں نے کفر کا راستہ اپنا لیا اور مرتے دم تک اس پر قائم رہے تو ان میں اگر کوئی شخص زمین کو سونے سے بھی بھر دے تو بھی اس کو فدیے میں قبول نہیں کیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور کوئی ان کا مددگار نہیں ہوگا''۔(3/90-91)۔

لیجئے صاحب! بات بالکل واضح ہوگئی کہ جو لوگ ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر گئے (یعنی مرتد ہو گئے) پھر اسی حالتِ کفر میں انہیں موت آ گئی (وماتوا وھم کفار) ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ یعنی ان کی طبعی موت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی تو نہ ان کے کفر میں بڑھتے رہنے کا ذکر ہوتا (کہ جس کی گردن ہی اڑا دی گئی وہ کفر میں کیسے بڑھ سکے گا؟) اور نہ ہی یہ ذکر ہوتا کہ وہ حالتِ کفر میں مر جائیں۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کے قانون میں ایسے شخص کے لئے دنیا میں قتل کی کوئی سزا نہیں ہے جو ایمان لا کر کفر کا مرتکب ہو جائے اور پھر اس میں بڑھتا ہی جائے حتیٰ کہ موت اسے آ کر دبوچ لے۔

قارئین کرام! اب آپ کے سامنے قرآن کریم کی ایسی آیت لائی جاتی ہے جس میں ارتداد کا ذکر واضح طور پر کیا گیا ہے مگر پوری آیت میں کہیں بھی اس مرتد کے لئے دنیا میں قتل کی سزا کا ذکر نہیں کیا گیا۔ ملاحظہ کیجئے:

''یاایھا الذین اٰمنو من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ......'' الخ (5/54)۔

(ترجمہ)۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم میں سے جو اپنے دین سے 'مرتد' ہو جائے' (تو ایسوں کی جگہ) خدا ایک ایسی قوم لے آئے گا کہ خدا ان سے محبت رکھے گا اور وہ خدا سے محبت رکھیں گے۔''

محترم قارئین! اس آیت میں کہیں بھی خدا نے محض تبدیلیٔ مذہب کو قابلِ گردن زدنی جرم قرار نہیں دیا ہے بلکہ آیت پکار پکار کر اپنا منشاء ظاہر کر رہی ہے کہ جو کوئی پلٹ کر واپس جاتا ہے اسے جانے دو۔ ایسا شخص اللہ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا (3/144)۔ ایسے لوگوں کی جگہ اللہ ایک ایسی جماعت لے آئے گا جو مومنانہ اوصاف کی حامل ہوگی۔

یہی نہیں بلکہ قرآن ایسے لوگوں کا ذکر بھی کرتا ہے جو ایمان لانے اور پھر کفر اختیار کرنے کو بازیچۂ اطفال بنا لیتے ہیں۔ جب جی چاہا ایمان لے آئے اور جب چاہا کفر اختیار کر لیا۔ چنانچہ سورۂ نساء میں ارشاد ہے کہ:

''جو لوگ ایمان لائے' اس کے بعد کفر کی طرف **پلٹ گئے' پھر ایمان لائے' پھر کفر کی طرف پلٹ گئے اور پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے' ایسے لوگوں** کے لئے اللہ کے ہاں کوئی مغفرت نہیں ہے اور نہ ہی اللہ انہیں سیدھا رستہ دکھائے گا۔'' (4/137)۔

دیکھئے' یہاں دو مرتبہ ایمان لانے اور دو مرتبہ ارتداد اختیار کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ ایمان لائے' پھر مرتد ہو گئے' پھر ایمان لائے پھر مرتد ہو گئے اور اس کے بعد ارتداد میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ ان کی مغفرت نہیں ہوگی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ارتداد کی سزا قتل ہوتی تو دوسری مرتبہ ایمان لانے کی نوبت ہی کہاں آتی؟ نہ صرف یہ بلکہ دوسری مرتبہ کفر اختیار کرنے اور اس میں بڑھتے جانے کا موقع ہی کہاں سے ملتا؟

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ قرآن کریم محض تبدیلیٔ مذہب کو دنیاوی جرم قرار نہیں دیتا فلہذا اس کے لئے ایسی کوئی سزا تجویز نہیں کرتا جو اسے دنیا میں دی جا سکے۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ اہلِ مغرب کی تنقید جو مرتد کی سزا کے بارے میں اسلام پر کی جاتی رہی ہے اور اب بھی کی جاتی ہے' سراسر بے جا ہے۔ اسلام جو قرآن ہی پر مشتمل ہے' ایسے کسی بھی نقص سے پاک ہے ؂

میرے ساقی نے عطا کی ہے مے بے دُردو صاف
رنگ جو کچھ دیکھتے ہو میرے پیمانے کا ہے

اسلام نے تو مذہبی آزادی کا یہ تصور ایک ایسے وقت میں دے دیا تھا جب اہل مغرب اپنی ازمنۂ مظلمہ (Dark Ages) میں سے گزر رہے تھے۔ یعنی جس وقت اہلِ مغرب کے ہاں کوئی مذہبی آزادی کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا' قرآن گلی گلی یہ اعلان کررہا تھا:

''لا اکراہ فی الدین۔ قد تبیّن الرشد من الغی'' (2/256)۔

''دین کے معاملہ میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت اور گمراہی ایک دوسرے سے ممیّز ہو چکے ہیں۔''

اس لئے قرآن کریم کے پیرؤوں کو مغربی تنقید سے برافروختہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ باقی رہا معاملہ 'روایتی' مسلمان کا تو جب تک وہ احبار و رہبان کو ''ارباب من دون اللہ'' بنائے رکھے گا' اس مشکل سے چھٹکارا نہیں پاسکتا۔ اس نے سہل انگاری کو وطیرہ بناتے ہوئے سارے معاملات اس ملا کے سپرد کر دیے ہیں' جو ''یصدون عن سبیل اللہ'' اور ''یاکلون اموال الناس بالباطل'' (9/34) کا صدفی صد مصداق ہے۔ ؎

خدا جانے یہ کس نے کہہ دیا ہے کم سوادوں سے
کہ جو تیشہ اٹھا لیتا ہے وہ فرہاد ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلام باری، مانچسٹر

مرتد کی سزا قتل، خلافِ اسلام ہے

مرتد اسی راستہ (مسلک ومشرب) پر پلٹنے والے کو کہتے ہیں جس سے کوئی آیا ہو۔ قرآن کریم میں مرتد کے قتل کرنے کی سزا کا کہیں ذکر نہیں۔ بات بالکل واضح ہے کہ جب قرآن کریم، دین اسلام یعنی مسلم سوسائٹی کا ممبر بننے کے لئے کسی کو مجبور اور اس کے ساتھ زبردستی نہیں کرتا لا اکراہ فی الدین (۲/۲۵۶) تو اس سوسائٹی سے پھر جانے والے کے لئے قتل جیسی خلافِ عقل وقانون سزا کیوں تجویز کرے گا۔ صحیح بخاری جلد ۹ حدیث نمبر ۲۰۰ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجتہ الوداع میں فرمایا کہ دیکھنا میرے بعد ایک دوسرے کے گلے کاٹنے سے مرتد نہ ہو جانا۔ ہمارے علماء حضرات کے عقیدہ کی رو سے مرتد وہی نہیں جو اسلام چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لے۔ ان کے فیصلہ کی روسے، جس شخص کے متعلق یہ حضرات فتویٰ دے دیں کہ اس کے عقائد ''اسلام'' کے مطابق نہیں (یعنی ان کے تصور اسلام کے مطابق نہیں) اسے بھی مرتد قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا۔ اس تکفیر سازی اور ارتداد بازی نے بے گناہ مسلمانوں کے خون ناحق کی کس طرح ندیاں بہادیں، اس کے تذکرہ سے ہماری تاریخ کے صفحات لالہ زار ہیں۔ مثال کے طور پر ایک عقیدہ ''خلق قرآن'' کو لیجئے اور پھر دیکھئے کہ اس عقیدہ کے حامیوں اور مخالفوں کا کس قدر خون بے محابا بہایا گیا حالانکہ دونوں مسلمان تھے اور ان میں بعض بڑی بڑی ممتاز ہستیاں بھی تھیں۔ یہ نہایت تاسف انگیز اور تلخ حقیقت ہے کہ نمرود یا کسی فرعون نے شیطان کے نام پر اتنے انسانوں کا قتل نہیں کیا ہو گا جتنا ہماری مذہبی پیشوائیت نے خدا کے نام پر قتل ناحق کیا ہے۔ بادنیٰ تعمق یہ حقیقت سمجھ میں آ جائے گی کہ یہ عقیدہ (یعنی مرتد کی سزا قتل ہے) جو اسلام کے قرآنی تصور کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ کر رکھ دیتا ہے، ہمارے دور ملوکیت کا وضع کردہ ہے۔ بادشاہ اپنے جس مخالف کو ختم کرنا چاہتا، بجائے اس کے کہ اسے اپنے حکم سے قتل کر کے کلنک کا ٹیکہ اپنے ماتھے پر لگاتا، وہ علماء حضرات'' کو اشارہ کر دیتا کہ اس کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کر دیں۔ اس فتویٰ کی روسے وہ مرتد قرار پا جاتا اور پھر ''ان کی خودساختہ شریعت'' کی روسے اسے قتل کر کے حکومت محافظِ دینِ متین قرار پا جاتی۔

بادشاہوں سے نیچے اتر کر' خود علماء حضرات بھی باہمی آتشِ حسد و رقابت کو فرو کرنے کے لئے یہی ''مقدس حربہ'' استعمال کرتے۔ آپ کہیں گے کہ یہ ازمنہ مظلمہ (Dark Ages) کی باتیں ہیں۔ موجودہ زمانہ میں یہ عہد کہن کی داستانیں بن چکی ہیں۔ اب انہیں کوئی نہیں مانتا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ یہ تاریک دور کی باتیں نہیں' آپ کے اس روشن ترین دور کی باتیں ہیں۔ سورۃ محمد میں ہے:

حیرت ہے کہ یہ لوگ قرآن میں غور و تدبر کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے اپنے دلوں پر ایسے خود ساختہ تالے ڈال رکھے ہیں کہ ان میں عقل و بصیرت کی کوئی بات جاتی ہی نہیں۔

اصل یہ ہے کہ ان الذین ارتدوا علی ادبارھم من بعد ماتبین لھم الھدی الشیطن سو لھم واملی لھم۔ جولوگ قرآنی راہنمائی کے واضح طور پر سامنے آجانے کے بعد' اس سے یوں پھر جائیں' تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے جذبات انہیں ان کی مفاد پرستیوں کو بڑا خوشنما بنا کر دکھاتے ہیں' اور انہیں طرح طرح کی فریب انگیز امیدیں دلاتے ہیں (یوں یہ لوگ اپنے انفرادی مفاد عاجلہ کو نوعِ انسانی کے مفاد کلی پر ترجیح دے کر' قرآن کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں)۔ اور اس کے بعد یہ' خفیہ طور پر ان لوگوں سے مل جاتے ہیں' جو احکام خداوندی کو سخت ناپسند کرتے ہیں' اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم بعض امور میں تمہاری اطاعت کریں گے۔ (بعض امور میں تو ہم اپنے مذہب پر قائم رہیں گے اور بعض امور کے اندر ہم تمہاری روش اختیار کریں گے)۔ پرسنل لا و پبلک لاء میں ثنویت' بادشاہت' آمریت اور جمہوریت یہ ہے ارتداد) ان سے کہو کہ خدا تمہارے خفیہ منصوبوں سے اچھی طرح واقف ہے (۲۶۔۲۵۔۲۴/۴۷)۔ ان آیات کی روشنی میں ہمیں اپنی حالت کو پرکھ لینا چاہئے کہ کیا اجتماعی طور پر ہماری روش یہی نہیں ہے؟۔ خدا کا واضح اعلان ہے کہ۔

ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعملھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون (۲/۲۱۷)۔

جو فرد یا قوم اپنے دین سے پھر جائے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے (اس قوم پر زوال آجاتا ہے۔ اس کا شمار مردہ اقوام میں ہو جاتا ہے) یہ کفر کی زندگی ہے (۵/۴۴)۔ یہ وہ لوگ ہوں گے کہ دنیا اور آخرت' دونوں میں ان کے اعمال ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ ان کی سعی و عمل کی کھیتیاں جھلس کر رہ جائیں گی۔

یہ دعویٰ کہ یہ کسی وقت اللہ کے عطا کردہ دین کے صحیح راستے پر تھے' انہیں اس تباہی سے بچا نہیں سکے گا۔ خود خدا نے اس

کی تفسیر سورۃ المائدہ میں یوں ارشاد فرما رکھی ہے کہ۔

یاایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکفرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم (۵/۵۴)۔

اے ایمان والو! جو تم میں سے نظام خداوندی سے پھر جائے (تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ کا کیا بگاڑے گا) اللہ ان کی جگہ ایسی قوم لے آئے گا جس کے افراد دنیا کی ہر شے کے مقابلہ میں نظامِ خداوندی کو زیادہ عزیز رکھیں گے اور ان کی اس روش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا بھی انہیں عزیز رکھے گا۔ ان کی خصوصیات یہ ہوں گی کہ وہ اس نظام کو ماننے والوں کے سامنے ریشم کی طرح نرم اور شاخ ثمردار کی طرح خمیدہ ہوں گے، لیکن اس نظام کے مخالفین کے مقابلہ میں فولاد کی طرح سخت (۴۸/۲۹)۔ وہ اس نظام کے قیام اور استحکام کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہیں گے اور کسی طعن وتشنیع سے نہیں ڈریں گے۔ یہ نوازشاتِ خداوندی کسی خاص گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جو قوم بھی انہیں قانونِ خداوندی کے مطابق حاصل کرنا چاہے اسے حاصل ہوسکتی ہیں۔ خدا کے ہاں نہ تو گروہ بندانہ تنگ نظری ہے اور نہ ہی انعامات کی اندھا دھند تقسیم۔ (مفہوم القرآن)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی

حلالہ

آپ نے حلالہ کا نام ضرور سنا ہوگا۔ حلالہ کی مختصر تعریف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دے تو یہ طلاقِ ثانیہ یا مغلظہ کہی جاتی ہے جس کے بعد یہ جوڑا نہ میاں بیوی رہتا ہے اور نہ ہی یہ آپس میں اس کے بعد نکاح کر سکتے ہیں۔ بعض اوقات چونکہ جذبات میں آ کر طلاق دے دی جاتی ہے اور جذبات کے فرو ہونے کے بعد یہ جوڑا پھر آپس میں نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی ایک صورت یہ نکالی ہے کہ یہ عورت کسی اور مرد سے نکاح کرے۔ وہ مرد اس کے ساتھ لازماً ہم بستری کرے، پھر وہ اس کو طلاق دے دے تو پھر یہ سابقہ میاں بیوی آپس میں نکاح کر سکتے ہیں۔ اسے حلالہ کہتے ہیں لیکن ہر شخص سمجھتا ہے کہ طریقہ نہایت شرمناک ہے اور شریف وعفیف خواتین کے لئے بہت تکلیف دہ بھی۔ بہرحال یہ مسئلہ جس آیۂ کریمہ سے نکالا گیا ہے اس آیت کی تشریح چند تفاسیر سے پیش کی جاتی ہے۔ پہلے آیہ کریمہ بمعہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ اس آیت سے پیشتر طلاق کے احکام چلے آ رہے ہیں، اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ۔ فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا (۲/۲۳۰)۔

پھر اگر تیسری بار بھی عورت کو طلاق (بائنہ) دے تو اس کے بعد جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے، اس کے لئے حلال نہیں ہاں اگر دوسرا شوہر (نکاح کے بعد) اس کو طلاق دے دے تب البتہ ان میاں بیوی پر باہم میل کر لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

ترجمہ کے بعد اب تفسیر ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد اس آیہ کریمہ کا اصل مفہوم پیش خدمت عالی کیا جائے گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ نہ تو میں تجھے اپنے پاس رکھوں گا نہ چھوڑوں گا۔ اس نے کہا یہ کس طرح؟ کہا طلاق دے دوں گا اور جہاں عدت ختم ہونے کا وقت آیا تو رجوع کر لوں گا، پھر طلاق دے دوں گا۔ پھر

عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرلوں گا یونہی کرتا چلا جاؤں گا۔ وہ عورت حضورﷺ کے پاس آئی اور اپنا یہ دکھ بیان کرنے لگی۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر، جلداول' صفحہ ۲۹۱)۔

تفسیر فصل الخطاب میں ہے:

اب وہ اس مرد کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک ایک دوسرے شوہر سے اس کا عقد نہ ہو جائے اور وہ اس سے مباشرت نہ کرلے''۔

(جلداول' صفحہ ۴۱۴)۔

''پھر اگر طلاق دے دے دو طلاق کے بعد شوہر بیوی کو تو وہ بیوی حلال نہیں رہے گی اس شوہر کے لئے بعد تیسری طلاق کے' حتیٰ کہ نکاح (شادی) کرلے وہ عورت پہلے خاوند کے علاوہ دوسرے سے اور وہ دوسرا شوہر اس عورت سے ہم بستر ہو جائے۔ جلالین۔ آیۂ زیرنظر کی تفسیر کے ضمن میں۔

تفسیر تدبر قرآن میں ہے:''آخری طلاق دے چکنے کے بعد اگر کوئی شخص پھر اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو یہ اس کا حکم بیان ہو رہا ہے کہ جب تک وہ عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے اور وہ اس کو طلاق نہ دے اس وقت تک یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے جائز نہیں ہوسکتی''۔ اس سے کچھ آگے تحریر ہے''حتی تنکح زوجاً غیرہ (جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے گی' میں نکاح کا لفظ ہمارے نزدیک عقد نکاح ہی کے معنے میں ہے۔ جن لوگوں نے اس کو وطی کے معنے میں لیا ہے انہوں نے ایک غیرضروری سا تکلف کیا ہے''۔ اس کے بعد اس کی دلیل دی ہے کہ''یہاں تنکح کا فاعل ظاہر ہے عورت ہے۔ اگر اس کا معنی وطی کے لئے جائیں تو اس کا ترجمہ ہوگا''کہ یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے شوہر سے وطی کرے۔ وطی کرنا مرد کا کام ہے نہ کہ عورت کا اور اگر یہ ترجمہ کریں کہ یہاں تک کہ''وہ کسی اور شوہر سے وطی کرائے تو اس نادر معنے کے لئے ثبوت کہاں سے لائیں گے۔'' (جلد اول' صفحہ ۵۳۷)۔

وطی کے معنے عورت سے جماع Sex کرنے کے ہیں صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہاں محترم مفسر معذرت خواہانہ (Apologetic) رویہ اختیار کر رہے ہیں۔ انہیں اس طریقہ کار سے شرمندگی محسوس ہو رہی ہے اور اس بات پر اصرار کر رہے ہیں کہ عورت کو دوسرے مرد سے صرف عقد نکاح کرنا ہوگا' ہم بستری کرنا ضروری نہیں ہوگا۔ لیکن دوسرے تمام مفسرین کا اس پر اصرار ہے کہ نئے شوہر کو طلاق دینے سے پیشتر Sex کرنا لازمی ہے۔ اس سلسلہ میں مشہور و مستند تفسیر' تفسیر مظہری سے ایک اقتباس دیا جاتا ہے جس نے بات کو بہت صاف کر دیا ہے۔ راقم سطور

قارئین کرام سے شرمندہ ہے کہ وہ اس اقتباس کو نقل کر رہا ہے۔ لیکن اس اقتباس کے بغیر مسئلہ واضح نہیں ہوتا۔ انتہائی معذرت کے بعد یہ اقتباس پیش خدمت عالی ہے:

''حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے فرماتی ہیں کہ میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس تھے کہ اتنے میں رفاعہ قرظی کی بیوی آ گئی اور حضرت سے کہنے لگی کہ رفاعہ نے مجھے مغلظہ طلاق دے دی تھی اور عبدالرحمٰن بن زبیر نے مجھ سے نکاح کر لیا تھا اور اس کے پاس (یعنی اس کا عضو تناسل) اس پھندنے جیسا ہے اور اپنے کھیس کا پھندنا پکڑ کر دکھایا۔ حضور (اس کی بات سے) مسکرائے اور فرمایا کہ تو رفاعہ کے ہاں جانا چاہتی ہے۔ یہ نہیں ہو گا جب تک کہ تو اس کا مزہ اور وہ تیرا مزہ نہ چکھ لیں''۔

اس اقتباس میں قوسین (بریکٹ) کی دونوں عبارتیں اصل تفسیر سے ہی نقل ہیں۔ اس سے کچھ آگے چل کر تحریر ہے:

''تمیمہ سے عبدالرزاق بن زبیر نے نکاح کر لیا تھا لیکن یہ نامرد ہونے کی وجہ سے اسے ہاتھ بھی نہ لگا سکے اور اس سے علیحدگی کر لی۔ اس کے بعد پھر رفاعہ نے اس سے نکاح کرنا چاہا تو حضور نے اسے منع کر دیا اور فرمایا جب تک عبدالرحمٰن کا مزہ نہ چکھ لے تمہارے لئے حلال نہیں ہے۔ (صفحہ ۳۵۸)۔

آپ نے غور فرمایا کہ صاحب تدبر قرآن نے یہ محسوس فرمایا کہ دوسرے شوہر کا مباشرت کرنا بہت شرمناک سا ہے۔ اس لئے کوشش کی کہ حلالہ کو صرف عقد نکاح تک ہی محدود کر دیا جائے اور اس شرمناک بات سے ایک حد تک چھٹکارے کا یہ طریقہ بتایا کہ وہ خاتون کسی نئے شوہر سے شادی کر لے اگر وہ نیا شوہر بغیر Sex کے طلاق دے دے تو سابقہ شوہر سے پھر نکاح کر سکتی ہیں۔ دوسرے نئے شوہر سے مباشرت کرنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن تفسیر مظہری میں واضح طور پر کئی احادیث نقل کی گئی ہیں۔ جس سے انہوں نے تدبر قرآن کی تردید کر دی کہ نئے شوہر کے لئے وطی (Sex) کرنا ضروری چیز ہے۔

اب آیئے آیہ کریمہ کے اصل مفہوم کی طرف۔ قارئین کرام کی سہولت کے پیش نظر آیہ کریمہ دوبارہ تحریر کی جاتی ہے۔ اس آیت سے فوری پہلے دو طلاقوں کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره (۲/۲۳۰)۔

اس آیت کا ترجمہ اور مفہوم بالکل واضح ہے کہ جب شوہر تیسری طلاق دے دے اب یہ عورت اس مرد کے لئے اس کے بعد سے حلال نہیں رہی۔ اور اس کے بعد وہ عورت اس

کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگی۔ آیت کا ایک حصہ جو ایک جملہ کی شکل میں ہے مکمل ہوگیا۔ یہاں حتی سببیہ ہے جیسا کہ آیت (۲/۲۱۷) میں استعمال ہوا ہے۔ اس سبب سے کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کر سکے۔ یہاں تک آیت میں کوئی ابہام Ambiguity نہیں ہے۔ مفہوم بالکل واضح ہے۔ ہمارے علمائے کرام سے جو تسامح ہوا ہے، اس کا سبب احادیث کے زیر اثر اگلی آیت کا غلط مفہوم لینا ہے جو یہ ہے:

فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا (۲/۲۳۰)۔

پھر اگر طلاق دے دے دوسرا خاوند تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر کہ پھر باہم مل جائیں۔ (ترجمہ شیخ الہند)۔

ہمارے علمائے کرام نے ان یتراجعا کے الفاظ میں سابقہ شوہر کی طرف رجوع کرنے کو بیان کیا ہے کہ اگر موجودہ نیا خاوند طلاق دے دے تو اس سابقہ شوہر سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے اور اسی جگہ انہوں نے لغزش کھائی ہے کیونکہ یہی بات قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اور اسی وجہ سے حلالہ کی صورت پیش آتی ہے۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ طلاق کے بعد رجعت کا حق بھی اسی مرد کو ہوگا جس نے طلاق دی ہے۔ تعجب یہ ہے کہ ہمارے علمائے کرام نے نئے شوہر کے طلاق دینے پر رجعت کا حق سابقہ شوہر کو دے دیا جو تین مرتبہ طلاق دے چکا ہے کہ اگر نیا خاوند طلاق دے دے تو اس عورت سے اس کا چوتھا نکاح ہوسکتا ہے اور نئے شوہر سے رجعت کرنے کا کہیں ذکر نہیں رہتا۔ حالانکہ یہاں دوسرے نئے شوہر سے رجعت کرنے کا ذکر ہے، نہ کہ سابقہ شوہر سے۔

غلط تفسیر کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ احادیث کے زیر اثر ہمارے علمائے کرام کو ان یتراجعا کے الفاظ سے لغزش ہوئی ہے۔ اگر یہ حضرات یہاں نئے شوہر کی طرف رجوع کرنے کا مفہوم لے لیں تو بات بالکل صاف ہے اور حلالہ کا امکان یا اس کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ قرآن کریم کے الفاظ تو بالکل واضح ہیں کہ تیسری طلاق کے بعد تم ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے پر حرام ہو جاؤ گے۔ کیونکہ اگر چوتھا نکاح مان لیا جائے تو چوتھی طلاق بھی ماننی پڑے گی۔ کیونکہ جب ایک جوڑا تین طلاقیں دے چکا تو چوتھی مرتبہ کا امکان بھی ہر وقت ہوسکتا ہے لیکن قرآن کریم میں چوتھی طلاق کا کوئی ذکر یا اس کے متعلق کوئی احکامات نہیں ہیں۔ مزید یہ کہ قرآن کریم نے بالکل واضح لفظوں میں فرما دیا کہ الطلاق مرّتٰن صرف دو طلاقوں کے بعد تک تو نکاح ہوسکتا ہے تیسری طلاق کے بعد نہ قرآن کریم نے چوتھے پانچویں نکاح کی اجازت دی ہے اور اسی وجہ سے نہ ہی چوتھی پانچویں طلاق کا کہیں ذکر ہے۔

حلالہ کے بارے میں زیرِنظر مضمون میں اس درجہ وضاحت پیش خدمت عالی کر دی گئی ہے کہ اس وضاحت کے بعد دو رائیں ہونے کا امکان ہی نہیں رہتا۔ قارئین کرام سے گذارش ہے کہ وہ اس مسئلہ کو سرسری نظر سے ملاحظہ نہ فرمائیں۔ اس مکروہ حالت سے بہت خواتین کو دوچار ہونا پڑتا ہے اور بہت بڑا دھبہ Blot اسلام کے نام پر حلالہ کی وجہ سے آتا ہے۔ اس کا جواز صرف اس آیت کی غلط تفسیر پر ہے۔ نیز ان احادیث کے موضوع اور وضعی ہونے کے بارے میں جن سے اس آیت کی تفسیر میں مدد لی گئی ہے، آپ خود غور فرمائیں کہ حضرت عائشہؓ اپنے والد محترم کے ساتھ حضورﷺ کی مجلس میں تشریف فرما ہیں اور روایت کے مطابق وہ محترمہ (رفاعہ کی اہلیہ) حضور کو ''پھندنا'' دکھا رہی ہیں۔ ایسی غیر شائستہ حرکت ایسی محترم مجلس میں ہو، ممکن معلوم نہیں ہوتی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وزیر جعفر
E-mail: wazeer_75@yahoo.com

استخارہ، ہر مشکل سے چھٹکارہ؟

آج کل پرائیویٹ ٹی وی چینلز پر استخارے کے نام سے پروگرام نشر ہو رہے ہیں جو کہ عوام میں بہت مقبول ہیں۔ عوام و خواص اپنی مشکلات کے حل اور مستقبل کے بارے میں جاننے کے لئے ان پروگراموں میں ٹیلیفون کے ذریعہ رابطہ کرتے ہیں۔ اب تو اتنی ترقی ہوگئی ہے کہ یہ سہولت انٹرنیٹ پر بھی میسر ہے۔ جب چاہیں انٹرنیٹ کے ذریعہ اپنی مشکل کے حل کے لئے رابطہ کر سکتے ہیں۔

چند دن قبل میرا ایک دوست جو کہ اے ایس آئی ہے مجھے ملنے آیا اور بتایا کہ میرے والدین نے میری شادی کے لئے ایک لڑکی پسند کی ہے۔ میں مسجد کے امام صاحب سے استخارہ کروانا چاہتا ہوں کہ کیا میں اس لڑکی سے شادی کے لئے رضامندی کا اظہار کر دوں جس کو میرے والدین نے میرے لئے پسند کیا ہے؟ ساتھ ہی اس نے مجھ سے یہ پوچھا کہ استخارہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ استخارہ قرآن کریم سے ثابت نہ ہے۔ استخارہ مسلمانوں میں کس طرح رواج پا گیا؟ اس کے بارے میں آج تک کسی نے تحقیق نہیں کی۔ قرآن کریم کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرک لوگ تیروں کے ذریعہ فال نکالتے تھے۔ کہ فلاں کا کروں کہ نہ کروں؟ فلاں کی لڑکی سے رشتہ کروں کہ نہ کروں؟ وغیرہ جب برصغیر میں اسلام آیا تو یہاں پر بھی استخارہ سے ملتی جلتی شکل موجود تھی۔ جسے ہندو لوگ کُنڈلی ملانا کہتے ہیں یعنی لڑکے لڑکی کی شادی سے پہلے کُنڈلی ملانا ضروری سمجھا جاتا تھا اگر کُنڈلی نہ ملتی تو شادی نہ کی جاتی۔ ہمارے مسلمان بھائیوں نے جب یہ حالات دیکھے تو انہوں نے بھی اسی طرح کا طریقہ ڈھونڈ نکالا اور اس کا نام رکھا استخارہ۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ دو جمع دو چار ہوتے ہیں۔ آپ دنیا کے کسی بھی کونے میں بیٹھ کر حساب کریں جواب چار ہی آئے گا۔ چاہے آپ سمندر کی تہہ میں بیٹھ کر حساب کریں تو پھر بھی جواب چار ہی آئے گا۔ آپ صبح و شام کسی بھی وقت حساب کریں تو جواب چار ہی آئے گا۔ یہ یونیورسل سچائی ہے اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی کوئی ترمیم کر سکتا ہے۔ اسی طرح پانی ہمیشہ نشیب کی طرف بہتا ہے۔ امریکہ میں بھی پانی نشیب کی طرف بہے گا۔ سعودی عرب میں بھی پانی نشیب کی طرف بہے

گا۔ جب بھی دو حصے ہائیڈروجن اور ایک حصہ آکسیجن آپس میں ملیں گے تو پانی ہی بنے گا چاہے آپ اس کا تجربہ دنیا کے کسی بھی کونے میں کر کے دیکھ لیں۔ یہ تجربہ چاہے بچہ کرے یا بوڑھا کرے جواب آپ کو پانی کی شکل میں ملے گا۔لیکن استخارہ ایک ایسی چیز ہے کہ اگر تین عالم دین مل کر بیک وقت استخارہ کریں تو ان کے جوابات مختلف ہوں گے۔ اگر ایک ہی عالم دین سے مختلف اوقات میں ایک ہی مقصد کے لئے استخارہ کروائیں تو بھی جوابات مختلف ہی ہوں گے۔

اس کے بعد میں نے بتایا کہ قرآن کریم فرقان حمید میں سورہ مائدہ کی آیت نمبر 90 میں ''ازلام'' کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ''ازلام'' وہ تیر تھے جن سے عرب قرعے ڈالتے ، فالیں لیتے اور چڑھاوے کا گوشت تقسیم کرتے تھے۔ فالیں لینے اور قرعے ڈالنے میں بھی خمر اور میسرہ کا پہلو سامنے آ جاتا ہے۔یعنی عقل وفکر سے کام نہ لینا، اور محض اتفاقات کی روسے فیصلے کرنا۔قرآن کریم کا پیش کردہ بنیادی نظریہ یہ ہے کہ جو معاملہ درپیش ہو انسان اس کے متعلق ضروری معلومات فراہم کرے۔عقل وفکر کی روسے کام نہ لینے والوں کو جہنم کے ایندھن اور حیوانات سے بدتر قرار دیا ہے۔ (سورہ اعراف آیت نمبر 179) لیکن قرآن کو سرآنکھوں پر رکھنے اور ایک ایک رات میں اسے دہرانے والی قوم کی حالت یہ ہے کہ یہ اپنے فیصلوں کے لئے قرعے ڈالتی' لاٹریاں نکالتی' فالیں اور استخارے کرتی ہے۔خمر اور میسرہ کو تو سخت معیوب اور مذموم سمجھا جاتا ہے۔لیکن فالیں لینے اور استخارے کرنے کو نہایت مقدس قرار دیا جاتا اور جن کی طرف ان مقاصد کے لئے رجوع کیا جاتا ہے انہیں روحانیت کے مقام بلند پر فائز خیال کیا جاتا ہے۔اس کے بعد کمیشن بٹھائے جاتے ہیں یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ہمارے زوال کے اسباب کیا ہیں؟ کیا قرآن مجید نے ان تمام امور کا نتیجہ اثم قرار دے کر قوموں کے زوال کے بنیادی سبب کی پردہ کشائی نہیں کردی؟ یعنی یہ تمام امور ایسے ہیں جن سے قوائے فکریہ اور عملیہ مفلوج اور مسلوب ہو جاتے ہیں۔اصل میں کہنا یہ چاہئے کہ استخارہ' ہر کام میں خسارہ۔

میرا دوست میرے دلائل سن کر حیران رہ گیا اور کہا کہ تمام فرقے استخارہ کرنے پر متفق ہیں۔کوئی بھی ایسا فرقہ نہیں ہے جو استخارہ کے خلاف ہو میں نے کہا کہ ہماری تاریخ کا عجیب المیہ ہے کہ ہمارے مختلف فرقوں کے نمائندوں کا جب بھی اتفاق ہوا ہے باطل پر ہوا ہے۔

اس وقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی وجہ ہی یہی ہے کہ انہوں نے قرآن مجید فرقان حمید کو چھوڑ دیا ہے۔ اسی لئے رسول اکرمؐ روزِ قیامت یہ گلہ کریں گے کہ:

''اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔'' (سورہ فرقان آیت نمبر 30)۔

''والسلام علیٰ من اتبع الھدی''

(سورہ طٰہٰ آیت نمبر 20)

The Immutable Law of the Rise and Fall of Nations

(PART 2)

(Letter 37 – Qaumon Ke Uruj-o-Zawaal Ka Abadi Qanoon, Saleem Ke Naam by G. A. Parwez)

Translated and adapted from Urdu: by
Mansoor Alam

==================

Life at the animal level

The Qur'an says that cultures keeping human life at the animal level will never last because they are based on Falsehood. According to the Qur'an, the difference between humans and animals is not just that humans are more advanced beings, but that when life reached the human level it acquired a unique and distinct characteristic that is not present at the animal level. It is this distinct characteristic that defines human qualities, and it is the development of these human qualities that is the real goal of human existence. The ideology that says that human life is only an extension of animal life in higher form is referred to as the materialistic concept of life. The Qur'an says that nations professing this concept of life, no matter how much wealth and power they might accumulate, will never succeed nor prosper in the long-term. It says in Sura Muhammad about these people: have not they seen the result of nations which passed before them? (47:10)

Have you seen Saleem, how the Qur'an emphasizes the study of history? It presents this history of past nations as evidence of Allah's immutable laws? It demonstrates that it is *Allah's* immutable laws that destroyed those nations.

> Haven't these people travelled the earth and seen the results of nations which came before them. The law of *Allah* destroyed them utterly. And any nation which will follow in their footsteps will meet the same end. (47:10)
>
> *Allah* is the Protector of those who follow His Laws. His Laws support and back them up. Those who reject His laws shall have no such support and backing. (47:11)
>
> Those who have unwavering conviction in the laws of Allah and do righteous deeds, Allah will grant them a blissful paradise-like life the synergy of which will never fade. However, as for those who deny these laws and lead life only at the physical level in which the aim of

> life is limited to eating, drinking, and material enjoyment, there is no difference between their lives and that of animals. The result of this kind of life is nothing but death and destruction. (47:12)
>
> There were many such nations which We destroyed; and no power in the world could save them from destruction. (O *Messenger*!) They were far stronger than those who have driven you out from your home. (So, if they were destroyed then how can these people who deny the laws of Allah and who have driven you out of your home remain?) (47:13)

We should not therefore take the history of past nations as mere stories that are being rehearsed to us in the pages of the Qur'an and assume that these have nothing to do with us. Rather, we should take them as data in support of the Qur'anic claim that behind these stories is an underlying principle that applied to past nations and caused their destruction when they embarked on a path of Falsehood, and that the very same principle will apply now to any nation that embarks on a similar path, and it *will* produce the same result. There is no favoritism in this universe, Saleem. A society that follows the laws laid down by Allah has their backing, and the one which does not, well Saleem, nothing can save it! The universal principles that governed the past will continue to govern the success of today and the future. This law operates over all places and all ages without exception.

By examining the pages of history, Saleem, we know that a concept of life or culture in which the aims are limited to satisfaction of only material needs without other higher aims cannot hope to last long. People living in a society established on such lines can never lead a life of peace and tranquility. They can only achieve that by creating a society that is based on living in accordance with the ultimate permanent values established by its Creator. Because these values actually bring success in all its forms, their realization becomes those peoples' lifelong goal. In fact, these are the values which enable human beings to achieve immortality.

Enjoying life without working

Saleem! Let us proceed further. The second principle which the Qur'an has mentioned is that a society in which people at its lower wrung do all the hard work while the people at the top enjoy and indulge at their expense will never succeed. In a society based on truth, this will never happen. In Sura *Anbiya* the Qur'an says that many past nations were destroyed because of their indulgences and extravagant life styles, and other nations took their places that were not like them.

The Qur'an also says that when these nations saw their forthcoming destruction, they tried to flee. You may wonder why those people did not recognize the ill effects of their policies and change their ways. The important point here is that though the destruction had started much earlier, it basically remained invisible to them. Though every action starts taking shape the moment the action is done, it may have distant effects that remain latent, giving human beings a false impression that their bad actions are not producing bad consequences. They realize the truth only when the results become perceptible to them, when it is too late.

Thus there is a period between the act and the appearance of its consequence in concrete form which the Qur'an calls it *Ajal* or respite. Nations pursuing a false system of life use their intellect and their political acumen to plug any holes in their system through which they think destruction could come. When a destruction does not come their way for a while they feel satisfied that all their defenses are fortified and all their plans foolproof. But Allah's *law of requital* (or *the law of sowing and reaping*) keeps working. Although imperceptible but nevertheless always present, it slowly moves towards their ultimate destruction because of their wrong actions, and becomes visible to them suddenly through ways they could not have perceived:

> Those who discard *Allah*'s laws, chastisement does not come upon them immediately but they are led towards it gradually through ways which they do not perceive. This is the respite given to them; otherwise the grip of Our law of *requital* is inescapable (7:182-183)

People will be questioned

Saleem! This, then, is the meaning of the earlier Qur'anic statement: they started to flee when they saw the forthcoming destruction. But the above law tenaciously follows them saying: Do not flee. Stop. Return to the place where you had amassed your wealth and built your palaces (using the blood, sweat, and tears of the poor) so that you may be questioned.

Dear Saleem! Have you ever pondered why *do* these people at the top think that no one can question them no matter what they do? First, they think that they are beyond the reach of the law. They keep manipulating the system so that they could avoid being caught. If that is not possible then they enact such laws which make whatever they want to do legal:

> These people are those who try to keep as much as possible for themselves. They bid others to do likewise and try to keep hidden whatever bounty *Allah* has given them. For such ungrateful people *Allah* has prepared a humiliating life. (4:37)

This is what happens in a capitalistic system. The people at the top enact laws that allow unlimited private ownership over the means of production. Often, they co-opt the services of the priesthood which gives sanctity to such laws by passing fatwa (religious edict) against any one who advocates limits on such ownership charging him with interfering in matters of religion. Thus these laws gain the legal as well as the *religious* stamp of approval, which no one is allowed to question. But the Qur'an says that these usurpers of religious and temporal powers cannot escape the law of requital with such machinations and deceptions. This law is beyond these ploys and *will* hold these people accountable to what they have been doing. Finally, they will see Hell with their own eyes and they *will* be asked about their wealth and power as to how did they acquire them and where did they spend?

Now, after the Qur'an called on these people to stop and told them not to flee the scene of the forthcoming destruction, it goes on to mention that they accepted their responsibility by saying: Yes! We did manipulate and exploit others and usurped their rights, and this destruction in which we are engulfed did indeed come about precisely because of that. But the Qur'an says that they would gain nothing from this late acknowledgement. They would be the losers. Following verses (21:11-15) sketch this picture:

> (If you shape your lifestyle in accordance with this code, you will attain heights of dignity, elegance and greatness.) But if you turn away you too will be destroyed like nations We destroyed (before you) because of their iniquities Thereafter we raised other nations in their stead. (21-11)

> (The effects of their wrong behavior were being recorded without them realizing it.) Although they were warned, they did not pay any heed to this warning. Thus the imperceptible effects accumulated slowly and finally confronted them. Then they tried to flee. (21-12)

> (But at that time they could not escape. Our Law of Requital called them and said) "Where can you run away now? Do not try to flee. Return to all that which gave you so much intoxicating pleasure. Come back to your palaces (where you considered yourselves to be so safe) so that you may be asked to account for the labor that made all this about, and also to question you as to what right *you* had over it. (21-13)

> At that time they could not but accept that they were wrongdoers. They were sorry and ashamed of themselves. (21-14)
>
> (But then feeling sorry is of no use. When one is confronted with the outcome of one's deeds, it can not be reversed.) Thus they continued crying, lamented the wrongs they had done, and were extremely ashamed. However, Our Law of Requital turned them into a mowed-down field in which nothing could grow (like an extinguished flame devoid of any life). (21-15)

After this Saleem, the Qur'an says something that contains an entire universe of thought in its scope. It says that this type of destruction does not happen on an emergency basis but that it happens according to Allah's law of requital, and that the entire universe is ceaselessly working to make it happen. Allah says:

> (They thought that) We have created this heaven and earth and all that is in between (i.e., the universe) just for fun; an idle play. No, not at all! We have created all this for a great purpose. And the purpose is that no action should remain without result, whether it involves a person or a nation. All actions produce results. (21:16)

This universe is working so that in the struggle between Truth and Falsehood the Truth overpowers the Falsehood and nothing can stop it.

> We have made it such that there is constant clash between forces of Truth (*Haq*) and forces of Falsehood (*Baatil*). The constructive forces of Truth continue overcoming the negative and destructive forces of Falsehood, until such time that the latter has been crushed and withers away. (21:18)

Capitalists

Saleem! Did you notice something important here? The second principle the Qur'an has given for the destruction of nations is that a nation in which one group rides in luxury on the back of the hard labor of another group will never last. This is precisely the reason a capitalist system can never last. As Allama Iqbal Says:

Intellectual deception can't sustain for long
The culture whose basis is capitalism

In this system one group controls the means of production and the resources of the Earth and blocks it from the reach of the rest of the humanity. The Qur'an calls this *Bukhl* (usually translated as niggardliness). The Qur'an says that a nation practicing *Bukhl* is doomed and a new nation takes its place:

> These people are those who try to keep as much as possible for themselves. They bid others to do likewise and try to keep hidden whatever bounty *Allah* has given them. For such ungrateful people *Allah* has prepared a humiliating life.(4:37)
>
> These people are those who try to keep as much as possible for themselves. They should know that the one who behaves like this harms none but oneself, for *Allah* is indeed free of all want. (*Allah* does not need anything from you.) It is you who is in need. Should you turn back from your commitment, He will replace you with another nation which will not be like you. (47:38)

Did you see Saleem how the Qur'an has brought out a very important point in the last part of the above verse: that substitution of one nation for another nation does not happen according to Marx or Hegel's dialectical progression but according to Allah's law of requital and the struggle between *Truth* and *Falsehood*?

Those engaged only in talk

Saleem! At this time let us bring out another point. A program has two phases: planning, and execution. In the first phase, thinking and pondering, comparing the pros and cons of the plan, making different blueprints for its execution etc. are carried out. It is clear that though this phase consists only of words and charts, it is, nevertheless, extremely important. When this phase is complete, the next phase should begin. But if a nation only keeps planning and talking and does not take steps to implement those plans, it is bound to fail no matter how lofty its thinking may be. In other words, nations cannot survive by mere ideas alone. This is akin to a traveler having a torch in his hand but not walking. In nations devoid of action, philosophers engage in discussing metaphysical problems and leaders busy themselves in designing grand schemes and giving speeches, and both think they are doing great work. But their thoughts and words can hardly save these nations. A nation that turns away from the real problems of the world and only remains engaged in abstract and theoretical discussions is bound to taste death. The Qur'an has termed this behavior as *Khaudhun* which means being engaged in fruitless (abstract or meaningless) discussions.

Entertainment

Now let us take the other side of this coin. We know that most problems concerning human life have utilitarian value. But, apart from this, human beings also have psychological and emotional needs. Fine arts and entertainment are developed to attend to those needs. But they have their own place on human scale if they are to be useful. If a nation ignores proper action, and instead becomes

absorbed in the development and promotion of entertainment, then it will never be able to compete with other nations. The Qur'an has a term for this kind of behavior as well: it calls it *La'ab*, which means play and fun.

The Qur'an states that a nation engaged in *Khaudh* and *La'ab* is not going to last very long and will be replaced by another nation, and no one can stop this from happening.

> The system of Divine Nourishment that is spread from east to west, testifies to the fact that We are fully capable of replacing those engaged in idle talks and only interested in fun and play with better nations. They cannot escape Our laws, nor can they thwart Our schemes. Therefore do not worry. Leave them to indulge in their useless planning, unnecessary discussions and amusements until such time that they would be confronted by the Day of Judgment (i.e., the forthcoming revolution that is sure to come and) about which they have been amply warned. They consider life to be a joke, and humanity to be without any goal. What else but destruction can be the result of such a mentality? (70:40-42)

Of this we have the glaring example of the Greek civilization from the pages of history. They had reached such heights of wisdom and philosophy that until today they are considered among the topmost philosophers of the world. Along with that they also had reached such heights in the fine arts (painting, sculpture, music, and poetry) that, overall, we do not find any such example anywhere in history. In spite of all this, their practical and utilitarian aspects of life were such that they could not manufacture even simple things. The result was that the Greek civilization fell in such a manner that it never rose again. Their highly advanced philosophy and their exceptional fine arts could not save them. They were replaced by nations that were better than them. This is yet another law that the Qur'an has presented concerning substitution and succession of nations.

Shying away from struggle

But among all of its laws of substitution and succession of nations, the Qur'an has presented one that could be considered as the apex of all, and which, surprisingly, can be described in just one word: *struggle*. The Qur'an says that life means struggle – persistent struggle, continuous exertion, perpetual action, ceaseless trial and endurance, untiring effort – *this* is life. According to Poet Philosopher Iqbal:

Persistent struggle gives maturity to the elixir of life
O ignorant ones! This is the secret of immortal life

We should know that a nation's doom starts the moment it shies away from struggle. A nation's death, in reality, is its desertion from struggle.

It is but death when laziness prevents one tasting struggle
Because the hunter always waylays where the wings fold

The Our'an has vividly demonstrated that a nation that shies away from struggle is ultimately destroyed. It says:

> O Believers! Sometimes it happens that when you are asked to march forth in the cause of *Allah* some weak-minded amongst you act as though they are stuck to the earth. They prefer worldly gains to the blessings of the life of the Hereafter although the gains offered by the life of this world are insignificant compared to that offered by the life of the Hereafter. Remember! If you do not march forth, *Allah* will certainly inflict you with a serious chastisement – and that He will replace you by another people (47:38, 70:41). You can do no harm to *Allah* since He has control over everything. (21:10)

(To be continued.)

===================

What happened to Islam after Umarؓ?

(V)

=====================

Imam Tabri's History:

Another way to portray the Islam at the time of the prophet and his companions was to write an authentic history of that period. But Imam Tabri blocked this path by writing a 13 volume book of history, which is considered as the most authentic history by the Sunnis. Tabri's explanation is called the mother of explanation and his history is called the mother of history. All history books written later are based on Tabri's history, in which he adopted this method: To support his explanation of the Quranic verses, he enlisted all events of the age of the Prophet and his companions, in his history. On the other hand to support or authenticate the events of this period, he enlisted traditions in his explanation. In this way Tafseer-e-Tabri and Tareekh-e-Tabri became the most authentic books for the era of the Prophet and his companions.

And the Islam based on these books moved forward.

Islam was no longer Deen but became religion:

The belief that beyond Quran, knowledge can be acquired directly from God, not only resulted in the fabrication of traditions but got the status of Deen. Consequently Islam no longer remained Deen but it turned into religion. We explained the difference between Deen and religion in the third chapter. Briefly, Deen can become a practical system in its independent state. An independent state means, a state which is ruled in accordance with the laws (commands, principles and values of Quran) of God. If such a state does not exist then Deen does not flourish and it turns into religion. In religion fundamentals of Deen take the shape of rituals which do not produce the results as desired by the Deen. By performing these rituals one is happy or has illusion that he is fulfilling the commands of God.

The meanings of the verse "Istakhlaf Fil Ard" have been changed:

The following verse of Surat Noor is the most prominent Quranic verse about the establishment of our independent state:

Allah has promised to those among you, who believe and work righteous deeds, that He will, of a surety, grant them in the land, inheritance (of power), as He granted it to those before them; that He will establish in authority their religion - the one which He has chosen for them; and that He will change (their state), after the fear in which they (lived), to one of security and peace…. (24/55)

It is clear from this verse that the establishment of an independent government is a mandatory result of the firm belief and good deeds. And Deen can be established only in this way. This means that Deen cannot be established without the establishment of our own government.

But we have seen that the establishment of government is not necessary for Imamat. History shows that with the exception of Hazrat Ali not a single Imam had power (government). To overcome this difficulty, it was said that in this verse *"Istakhlaf"* means spiritual Imamat and not worldly power.

According to Al Kafi, Imam Abu Jafar said that first of all God created *Shab Qadar* in which first He created Prophet and Wasi. God's wisdom made this a yearly occurrence in which all events of the coming year were registered. Whoever will deny this he will deny the knowledge of God because Prophets and Mohaddas tell people what they receive from God. Jibreel brings this information during that night. I asked, does Jibreel and other angels visit Mohaddas and others? He said that there is no doubt about the prophets. Besides this, since the beginning of the universe and till the end, a representative of God will remain on earth. And in every Shab Qadar, God will send His commands on that person who is close to Him.

By God, angels and spirits descended in Shab Qadar on Adam with the message of God. When Adam died, he was succeeded by his Wasi. After Adam, God's commands came to the Prophets and later to their *Osia* in Shab Qadar.

And by God, when the command of God came to all prophets from Adam to Mohammad Mustafa, he was ordered to convey this to such and such person. In His book, after the Prophet, about the *Walyan-e-Amr* God said: "The people who are believers and have good deeds, God has promised that they will be made Khalifa on earth like their predecessors."…It means that God says that after your Nabi I will make you Khalifa of my knowledge, Deen and prayers just like the Osias of Adam. Then he sent the last prophet so that nobody is worshipped except Me. He said I should be worshiped with faith. No prophet will come after Mohammad. So those who say contrary to this are disobedient of Allah. So, after Mohammad, God has given access of knowledge to *Walian-e-Amr*. (As Shafi, Vol 1, p-284-85)

Not only that, in other traditions of Al Kafi, desire of power and government is called a path of destruction.

One tradition says: Hazrat Imam Raza said that the desire of power is more dangerous and damaging than the presence of two wolfs in the herd of sheep that lost its keeper.

(As Shafi, Vol 2, p-316)

Another tradition says: Hazrat Abu Abdullah said that whoever wished for state and government (power) is destroyed. (Ibid.)

Separation of religion and politics:

With this belief the worldly government and spiritual state were declared as two separate domains. But the worldly government was condemned. This separation of religion and politics based on the concept of Imamat, was not confined to Shias but also penetrated into the Sunnis. The monarchy had already become hereditary under the influence of the belief in hereditary Imamat. (That is why after the four caliphs (khalifas), all Muslim kingdoms, whether of Shias or Sunnis, were established on the basis of inheritance.)

Under the concept of duality of religion and politics, government affairs and Islamic law affairs were also divided into two entities. State affairs went to the king while Islamic legal affairs were assigned to the religious leaders. The difference in the personal law and public law is also the result of this division. In this way the state was divided into two entities in which two parallel governments were established - one of the king and the other of the religious leaders.

This division, not only resulted in the division of the government but it damaged the system of legislation that was proposed by the Quran and was the basis of Deen. Legislative principle of the Quranic political system was that the Umma with consultation and within the limits of Quranic commands and principles should make laws which are the need of the time. Quranic limits were unchangeable but new laws used to change with the need of the time. However, monarchy ended the system of consultation while legislation according to the need of time was declared illegal by the religious leaders.

Possibility of legislation ended:

The Imam Shafei School of Thought declared that all commands and laws are present in the traditions, which are complete and not changeable. Therefore, there is no need to make new laws (according to the need of time) nor any change is allowed in the present laws. This was the belief of Ahle Hadith that was resisted by ulamas *(Ahle Fiqh)* who said that in the light of Quran and traditions, and on the basis of *analogy (Qiyas)* new commands can be made. And any command which has consensus of the *umma* will become law. We have a popular belief that there are four sources of law – i.e. the Quran, traditions, analogy and consensus. This is based on the *Faqhi* (Legal) School of Thought.

This provided an opportunity to make new laws but later they also adopted the belief that now the door of *Ijtehad* (independent judgment) has been closed. Therefore, previous legal decisions cannot be changed and new laws cannot be formulated.

Ahle Hadith believed that when there is a conflict between the Quran and Hadith, then the command of tradition will prevail because tradition is a judge over the Quran and can even abrogate a Quranic command. This belief was adopted by the followers of the four schools of thoughts – Hanafi, Shafei, Hanbali and Maliki).

A prominent Imam of Hanafi Fiqh, Abul Hassan Ubaidullah Al Karkhi says: Any verse that is against this school of thought which we follow, it is either *Ma'awal* (has more than one interpretations) or cancelled and similarly any such tradition is *Ma'awal* or cancelled. (Tareekh Fiqh Islam – Compiled by Allama Khizri, P-421)

It means that if there is a conflict between the Quranic command and a decision of Fiqh, then first it should be tried to expand the meaning of the verse to conform to the Fiqh explanation. If it is not possible then it should be considered as cancelled. On this point, there is a heated debate between Ahle Hadith and Ahle Fiqh because Ahle Hadith do not consider any tradition cancelled which they believe is authentic. However, they both agree on the cancellation of the Quranic commands.

At the present moment, the Umma is divided into these sects – i.e. Shia and Sunni. In Sunnis we have Ahle Hadith, and Ahle Fiqh while Ahle Fiqh are divided into Hanafi,

Shafei, Hanbali and Malki Fiqh or schools of thoughts. All these sects recognize traditions or the decision of Imams as authority in Deen. The Quran is now left for recitation or blessing.

(In our time, Molvi Chakralvi invited people towards pure Quranic teachings. But for him also Islam was a religion and not Deen. Hence his followers also became a sect (Ahle Quran) and in this way he became a cause of damage for the Quranic thoughts.)

xxxxxxxxxxxxxxxxx

Revival of the capitalist system:

The list of man-made ideologies which cause atrocities on human society is very long. But in principle we can confine them in three categories: 1. Monarch; 2. Religious leadership; and 3. the capitalist system. The Quran ended all these curses and gave the human being real freedom. In the previous chapters of this book, we have seen a reflection of this freedom or emancipation. In the present chapter, we detailed the Ajami conspiracies which effectively vanished Quran from the Muslims, revived these curses and enforced them as the real Islam. We have given a detailed description of this conspiracy in the current chapter. We have already seen how these two curses were revived? How the capitalist system was revived and made part of Islam. This is a very tragic story which needs an independent book. (I have written a lot on this subject). At the present moment we will focus on the point that after declaring traditions as authority of Deen instead of the Quran, it was not difficult to revive these curses.

These traditions were fabricated or compiled during the reign of Bani Abbas when the capitalist and feudalist system had been imposed on the state system. Traditions were fabricated to declare them Islamic. Some of them entered into the books of traditions and some in our history books. The Islamic law (Fiqh) was based on these traditions. Hence the capitalist system was declared Islamic according to the traditions and Fiqh.

Few examples: *O ye who believe! there are indeed many among the priests and anchorites, who in Falsehood devour the substance of men and hinder (them) from the way of Allah. And there are those who bury gold and silver and spend it not in the way of Allah: announce unto them a most grievous penalty, (9/34) On the Day when heat will be produced out of that (wealth) in the fire of Hell, and with it will be branded their foreheads, their flanks, and their backs, their flanks, and their backs.- "This is the (treasure) which ye buried for yourselves: taste ye, then, the (treasures) ye buried!" (9/35)*

This is an unambiguous Quranic command which uproots the capitalist system. Now see how this verse is explained in accordance with the traditions: Ibne Abbas said that when this verse was revealed, it had a negative impact on the Muslims, who considered it a burden. Hazrat Umar told the people that he would remove their worry and resolve this problem. Umar went to the Prophet and said that this verse is a burden on your companions. The Prophet said that God made Zakat mandatory to clean the rest of your assets. Inheritance was made mandatory so that your heirs can inherit your assets. Ibne

Abbas says that Hazrat Umar was very pleased to hear this and cried with joy, Allaho Akbar, Allaho Akbar. (Abu Daud, quoted in Mishkat, Bab Al Zakat)

According to this explanation, that was presented as a saying of the Prophet, the meaning of this Quranic verse was that after giving two and half percent Zakat every year one can accumulate as much wealth as he likes.

This argument was supported by history which said that there were many big capitalists among the companions. Hazrat Usman Ghani was very rich person. Hazrat Abdul Rahman Ben Auf had huge business. The first camel of his trade goods caravan used to be in Madina and the last one in Egypt. On the basis of such traditions and historic episodes, Islamic laws were developed according to which no limit can be imposed on the ownership of wealth, property and land. It is not possible to go into detail here. In our era, Maulana Maududi had given a brief in his book "The issue of the ownership of land:"

Islam did not impose any limit on the quantity of any kind of property. The ownership of legitimate things, which are acquired through legitimate means (when all Islamic legal dues have been paid) can be kept without any limit. There is no limit on the ownership of money, animals, under use goods, houses, rides or anything. Then why the Islamic law is inclined towards limiting the ownership of agricultural property or preventing acquisition of land by one person is made practically impossible? (1950 Edition, p-52)

This is the Islam which is presented to us through the Fiqh, traditions and history. If anybody dares to object, he is silenced by saying that who understands Islam better, you or the prophet and the respected elders?

Did you see the result of the Ajami conspiracy?

xxxxxxxxxxxxxxxxxxx

Changes in beliefs:

So far we had confined our discussion to the commands of God. However the basic issue is belief, because it is the belief which is the building block of life of both an individual and a nation. When Quran says: *"Because Allah will never change the grace which He hath bestowed on a people until they change what is in their (own) souls: and verily Allah is He Who hearth and knoweth (all things)."* (8/53)

It meant that psychology is changed through beliefs. It was the result of the Quranic beliefs and ideas that the Arabs produced a great revolution (in the early period of Islam). Ajam knew this reality and distorted these Quranic beliefs that now we are unable to find even their traces. In this context we will present an example. The basic teaching of the Quran is that a human being is responsible for his own deeds and nations made their own fate. It was the belief in the accountability, that a group of Muslims not only became the inheritor of the empire of Rome and Iran, but also destroyed or overshadowed their centuries old civilization and led the humanity into a new era. Iranians and Christians both had declared that human beings are helpless (or their fate is pre-determined). The

nations who had this belief were unable to confront Arabs (Muslims) who believed in making their own world. Hence this belief became the first target of the Iranians.

The belief in fate:

Fate was the basis of Magian belief. For them "whatever was written in the fate" was a firm decision that cannot be changed. This was against the Quranic belief. Iranians spread this belief among the Muslims. According to history, Mabid ben Khalid Jhanni was the first among the Muslims who raised this issue. He took this from an intellectual known as Abu Yunis, who belonged to Asawra. (We have mentioned earlier that Asawra was an army of intellectuals of the Iranian emperor that was settled in Kufa and Basra.) Ghaslan Damishqi took this idea from Mabad and spread it further. The focal point of this belief was that a human being is in the grip of his fate. He is helpless and powerless.

Some historians believe that Jaad Ben Dirham was the founder of the belief of *jabr* (compulsion). According to Ibn Al Nadeem he was of Iranian origin and the follower of Mani religion but in public he proclaimed that he is a Muslim. Jehim Ben Safwan, who was from Khorasan, learnt about this belief from Darham. He propagated it among the Muslims. (On the issue of fate my independent book – Kitab Al Taqdeer – has been published.) The first sect that appeared among Muslims (without any distinction of Shia or Sunni) was the Jabria (or Qadria) sect. This belief is contrary to the Quranic belief of accountability of one's deed. Now the question arises, how a belief that was quite against the basic belief of Quran, became popular among the Muslims?

Traditions related to fate:

In the light of the discussion in the previous pages we can find an answer to this obviously difficult question very easily. Traditions were fabricated in support of this belief. After that it was not difficult to declare it as an "Islamic belief." In this respect we will reproduce few traditions from the chapter on Destiny in Mishkat (which is considered as an authentic collection of traditions):

1. Hazrat Abdullah Ben Umar relates that the prophet said God wrote the destiny of its creatures 50,000 years before the creation of sky and earth and when His throne was on water. (From Muslim)

2. Hazrat Umar quoted the Prophet as saying that everything depends on fate, even wisdom and foolishness depend on that. (From Muslim)

3. Hazrat Ali relates that there is no one amongst you whose destiny has not been written, whether he will go to hell or heaven. (From Bukhari and Muslim)

Hazrat Abu Huraira says that the Prophet said if God has written an act of adultery in one's fate, that man will commit that. (Bukhari, Muslim)

Moreover the Prophet said that God created Adam and then touched His right hand on the back of Adam, produced descendants and said I have produced them for heaven and they will do the deeds of heavenly people. Then again God touched His hand on the back of Adam, produced descendants and said that I produced them for hell and they will do the deeds of the people of hell. After hearing this, one person asked the Prophet, then what is

the use of good deeds? The Prophet said that when God creates somebody for paradise, so He guides him to do the deeds of the people of paradise…and send him to paradise for his deeds. Similarly, when God creates someone for hell, He guides him to do the deeds of the people of hell…And he is sent to hell for his deeds. (From Malik, Tirmizi, Daud)

4. Hazrat Abdullah Ben Omer relates that once the prophet came holding two books in his hands. He addressed the people and said, you know what are these books? We said: Oh Prophet we don't know. About the book in his right hand, the Prophet said that this book is from God which contains the name of the people of paradise. Now nothing can be deleted or added in this. Referring to the book in his left hand the Prophet said this book is also from God which contains the names of the people of hell. Now nothing can be added or deleted in this. (From Tirmizi)

5. Hazrat Abu Durda relates that the Prophet said that God has freed himself from five things related to every human being. It means, He has written five things in his fate, which are his age, good or bad deeds, abode, return (death) and *(rizq)* subsistence. (From Ahmed)

Obviously, when someone will think over such traditions in the light of clear teachings of Quran and knowledge, many questions will be raised in his mind and he will seek a satisfactory answer of these question. The people who had fabricated these traditions were aware of this situation and thought about its solution. Hence they fabricated such traditions which closed the door of discussion of this issue. For example:

Abu Huraira says that we were discussing the issue of fate when the Prophet came and his face became red like pomegranate after hearing our discussion. In the state of great anger he said that are you commanded to discuss this? And I was sent among you for this purpose? The nations prior to you were destroyed because they discussed this issue. So I say swear, and again I say, swear that you will never discuss this issue. (Tirmizi)

This means that they popularized the belief in fate among the Muslims and also closed the door of its discussion.

The Bramka propagated this belief with full force. Magians believed that events of the forthcoming year and fate of the people was decided at the night of Noruz. Bramka introduced this as a Muslim belief with the name of "Shab-e-Barat" (the night of fate). Fire works on Shab-e-Barat refreshes the memories of the flames of Zorozastian temples. Shias believe that Shab-e-Qadar is the night when fates are decided (by God). According to Al Kafi, Imam Abu Jafar said: first of all God created *Shab Qadar* in which first He created Prophet and Wasi. God's wisdom made this a yearly occurrence in which all events of the coming year were registered. Whoever will deny this he will deny the knowledge of God because Prophets and Mohaddas tell people what they receive from God. Jibreel brings this information during that night. (As Shafi, Vol 1, p-284-85)

In this tradition, the part of which says: "who denies this, he denies the knowledge of God" is very significant.

According to the Quran, there are five pillars of faith: God, Angels, Prophets, Divine Books and the Day of Judgment. These pillars are mentioned in the Quran. One becomes

Muslim by accepting them and non-believer if rejects them. But now you know that the pillars of Islam are six and not five:

I believe in God; His books; His prophets; and that good deeds and bad deeds; and good and evil had been determined by God and life after death.

This mean that five pillars of faith were commanded by God while one was added later. Now no one can become Muslim if he does not believe in fate. As usual this addition was done according to traditions. For example:

Hazrat Ali related that the Prophet said that a person cannot become Momen unless he has faith in four things. (1) Gives witness that there is no one worth worshipping except God. I am His prophet, God sent me with *Haq.* (2) Death is reality. (3) Believes in resurrection after death and (4) Believes in fate. (From Tirmizi)

In this way the belief in fate became a pillar of faith – i.e. the belief that profit, loss, grief and happiness, health and sickness, wealthniness and poverty, honor and dishonor, good and evil (even at the national level) rise and fall, their life and death, victory and defeat, subjugation and rulership, are all pre-destined by God.

Human efforts cannot bring any change in them – only that will happen which is the will of God.

You do research to know the causes of the decline of the Uma, special committees are appointed, commissions are formed but there is no need of all this research because the belief in fate is enough to know the cause of the destruction of nations.

Ajami conspiracy made this energetic nation a heap of dust by propagating this belief among the Muslims and making it a pillar of faith.

The angel of thought is so deviated that if somebody says that this sixth pillar of faith is an addition in Quran and against its fundamental teachings, the whole community rises to kill him. Just think over, with this belief as a pillar of faith, will this nation be able to rise again on its feet ever?

One meaning of fate was explained by Hazrat Umar (See Chapter 4 of this book) and the other meaning was given by the Ajami conspiracy. The meaning given by Farooq (that was in accordance with the Quran) was declared kufr but Ajami meanings became a pillar of Muslim faith. This is how the James took revenge from the Muslims.

Tarawa (Mysticism):

This is not the end of the Ajami conspiracy. Still there is another arrow in their *(tarkash)* arsenal. Wisdom, knowledge and expertise all collapsed in front of this arrow which proved the last nail in the coffin of Islam.

We have seen the break of the seal of the finality of the Prophet and to open a door parallel to revelation (through Mohaddas). The concept of Mohaddas was presented but this was confined to the Imams of Shias. Hence this belief was confined to that sect.

On the other hand in Sunnis, the idea of two kinds of revelations was developed and those beliefs which were outside the Quran were declared equal to the Quranic beliefs. However this was confined to the personality of the Prophet and all such (non-Quranic) beliefs were enlisted in the books of traditions. It was felt necessary that the possibility of acquiring knowledge direct from God should be opened. This need was met with the idea of Tasawwuf (mysticism), about which Allama Iqbal wrote to Syed Sulaiman Nadwi:

"There is no doubt that Tasawwuf was an alien plant in the land of Islam, that was raised in the Ajami intellect." (Iqbalnama – Vol. 1, p-78)

It is said that the first person in Islam who became famous as Sufi was a resident of Kufa. His name was Abul Hashem Usman Ben Shareek, who died in a hermet near Ramla in 160 AH.

Basic belief of Tasawwuf is that a human being can attain such a status through intensive prayers (*Mujahidat, Riyadat, Muraqbat & Chilla Kashi*) that he can directly communicate with God. It is apparent that Shias cannot subscribe to this idea of Tasawwuf because they limit this communication with God to their God appointed Imams. Hence they opposed the Sufis. However, it is ironic that all Sufi houses (with the exception of Naqshbandia) trace their lineage upto Hazrat Ali through these (Shia) Imams. Hazrat Ali is considered the Chief Sufi (Wali). For them the status of Wilayat is higher than khilafat. Not only that, the Sufis believe that only the Ahle Beit can attain the higher status in Tasawwuf. Ibne Arabi writes in Makkia Fatoohat that the chief sufi is always from Ahle Beit. Other Sufis who do not agree with this idea believe that the head of the sufi chiefs (*Qutub Al Aqtab*) is always from Ahle Beit. (Tahqiq-e-Syed wa Sadat, Mahmood Ahmed Abbasi, p-219)

Sheikh Akbar Abne Arabi:

Shias believed in the idea of Mohaddas which meant that Imams get knowledge from the same fountain of divine knowledge from which the Prophet got revelation. The people who believe in Tasawwuf have similar views. Grand Sufi Mohiuddin Ibne Arabi, who is called the Great Sheikh, writes in his well known book "Fahoosul Hukm":

"Sufis get (knowledge) from the same source from which the Prophet got."

About the traditions he says:

Any tradition is not free from the error of meaning and personal understanding. Hence Sufis directly ask the Prophet about that. Although Sufis are under the prophets but both get revelations…Though the vicegerents of the Prophet (i.e. the Sufis) cannot step outside the circle of the Islamic laws (Shariat), there is a critical point which only people like us can understand……. Arbab-e-Shariat are those who give command in accordance with the Quran and traditions. When they don't find a clear answer in the Quran and traditions, they rely on analogy and interpretation (Ijtehad) but this interpretation is based on Quran and traditions. However, among us, there are people who take (this interpretation or knowledge) from God through divine inspiration (*kashf)* and revelation…Hence the divine inspiration (*kashf)* to them and revelation to the Prophet are the same. This is the reason that when the Prophet passed away, he did not appoint anybody his successor

because he knows that there will be many people in his Umma who will take khilafat from God and will become vicegerent from God. God gives this vicegerent the same religious commands and knowledge which He gave to the prophets…. (Letters to Saleem – Vol. 3, p-42-44)

Researchers believe that Ibne Arabi was influenced by the ideas and beliefs of Ikhawan-e-Safa, a group of authors who followed the Ismaeli school of thought. The group wrote several pamphlets anonymously. Their teachings became popular in Africa and Andlus (Spain) through the writings of Mohammad Abul Qasim Andlusi (Died in 395 AH).

Therefore researchers believe that Ibne Arabi was influenced by from their philosophy. The picture of Sufism that we see in his writings is apparently a reflection of the teachings of Ikhwan-e-Safa. (Mazhab aur Batni Taaleem by Mirza Mohammad Saeed)

Sufism is against the teachings of Quran:

Sufis call their knowledge a divine inspiration (*kashf and Ilham*). Like the word Mazhab, we do not find these words in Quran. Nor the words Tasawwuf or Sufi are there. You have noticed that in *Wahi* and *Kashaf or Ilham*, the difference is of wording but their meanings are the same i.e. access to knowledge directly from God. The beliefs and ideas which Sufis presented are contrary to the teachings of Islam. For example:

1. Aharman and Yazdan was the basic concept of Mazdaism which meant a continued struggle between good and evil. Sufis say that the human being is separated from the Spirit of God and stranded in the material swamp. Material is evil while the Spirit of God is good. Now there is a struggle between material and spirit. The object of human life is that the human body pulls itself out of this material swamp and unite with its origin. The logical result of this belief was that the worldly affairs were considered hateful. Hence the abandonment of family and wordly enjoyment – i.e. abandoning the wordly affairs – became a basic condition for the cleanliness of the self.

About the material universe, the Quran says that God has chained it with His laws and it is the duty of the Momenin (Muslims) to unveil these laws and harmonise with the forces of nature.

Opposite to this Quranic idea, the concept of hating and abandoning the world as the purpose of life, shakes the foundation of Islam and surely paralyses a nation which follows such ideology.

2. The Quran says that God created this universe which is a reality. However (following the Platonian concept of abstract idea) the idea of Sufism is that this material world does not exist. There is only one existence which is God and whatever we see is God everywhere. This is called the ideology of *Wahdat Al Wujud* (Omnipresence of God).

To what extent these people had stretched their idea of Omnipresence of God can be seen from the statement of a Grand Sufi (Sheikh-e-Akbar): "So in one way Pharoah had the right to say that I am your higher god because he was not separate from god, though he appeared in the personality of Pharoah. (Fasus Al Hukm)

3. The Sufis claim that their beliefs and ideas are based on the Quran. That is why they say that the literal meanings of the Quran are for the common people while its real meanings are hidden which only Sufis can know.

This statement of Ibne Arabi shows how they mutilate the Quranic verses through hidden knowledge: The simple translation of verse 20/55 is: *From the (earth) did We create you, and into it shall We return you, and from it shall We bring you out once again.*

Ibne Arabi in its explanation writes: "We all come out from one source (God) and after death will merge in this Oneness. Then we will get perpetual life and again we will be resurrected. (Fasus Al Hukm)

Authority for the hidden knowledge:

It is believed about the hidden/concealed knowledge that it is not revealed to common people but it is confined to special personalities. Some traditions were fabricated to authenticate this concept, such as:

Hazrat Abu Huraira said that the Prophet gave me two pots of knowledge. I disseminated one (of open knowledge) but if I reveal the other (hidden knowledge), people will cut my throat. (Bukhari, Bab Al Ilm also Mishkat, Bab Al Ilm)

As mentioned in the reference, this tradition is from Bukhari which is considered the most authentic book. It is a matter of great regret that neither Imam Bukhari nor others who attribute such traditions to the Prophet ever realized that it will have a negative reflection on the personality of the Prophet.

God sent revelations to the Prophet and commanded: *O Messenger! proclaim the (message) which hath been sent to thee from thy Lord. If thou didst not, thou wouldst not have fulfilled and proclaimed His mission* (5/67). On the other hand God said: *But the transgressors changed the word from that which had been given them; so We sent on the transgressors a plague from heaven, for that they infringed (Our command) repeatedly* (2/59).

In view of these clear commands from God, it is a serious allegation on the Prophet to say that what divine knowledge was given to the Prophet, he divided it into two parts. One part was revealed while the other was conveyed to some privileged people with the instructions that it should not be revealed to public. However our Ahle Shariat enlist this in the most authentic books of traditions while Ahle Tariqat (followers of Sufism) present this as a proof of the hidden knowledge.

Laduni Knowledge:

This hidden knowledge is not written anywhere but transferred from generations to generations in Sufis through intuition. This is called *Ilme Laduni*. It is not necessary that a disciple gets this knowledge directly from his master (*Murshid*). This can be achieved through a hidden method despite the passage of a long time. For example, it is said about Hazrat Junaid Baghdadi (died in 298 AH) that he received the knowledge of Tasawwuf from the companion of the Prophet, Hazrat Ans Ben Malik. Sufis believe that this hidden knowledge was conveyed to Hazrat Ali by the Prophet and then transferred verbally after

Ali. Besides this transferred knowledge, Sufi saints also receive knowledge directly from God through which Quran's hidden meanings are unveiled.

On the distortion of the meanings of Quran, Allama Iqbal writes in one of his letters:

"As a matter of fact search of hidden meanings in any religion or working code and symbols of a nation amounts to mutilation of that working code. This is a very subtle way of abrogation. And this method is invented and adopted by those nations whose nature is mischievious. Majority of Ajami poets are those who by nature were tilted towards the philosophy of omnipresence. Iranian nation was inclined towards this philosophy before the advent of Islam which blocked its development for sometime. However Iran's natural aptitude resurfaced with time. In other words, in other (Sunni) Muslims such literature was produced that was based on the ideology of omnipresence. These poets adopted novel and dubious ways to deny and abrogate the teachings of Islam. (Iqbalnama, Vol. 1, p-35)

Keeping this in mind, Allama Iqbal wrote in another letter: As far as I know in Nasus Al Kukm there is nothing but atheism and heresy. (Ibid. p-44)

4. Deen is the name of a complete system and regulation for the social life of human beings. It progresses in its own state. That is why Hazrat Umar said that There is no Islam without social life. Islam cannot be imagined without a group (social life).

However, Sufism abhore social life. Sufies believe in individual salvation through mediation and contemplation in hermits. According to this ideology, there cannot be any difference between Islam and Hindu Wades, Christian Monks and (pre-Islamic) Iranian Magans.

Opposition of Jehad:

Islam describes life a constant struggle and the final shape of this struggle is when a group of Momins (Muslims) comes out for war to resist tyranny and oppression. When they return victorious, they are called Ghazi and the people who lose their lives are eligible for perpetual life. There is no better deed in Islam than Jihad. But Sufism calls this Jihad a Minor Jehad and calls the abandoning of the society and self control as the Major Jehad. Not only that, they see the armed Jehad with contempt. In this respect they have a popular stanza:

A ghazi, who has not yet been martyred, continues search for an opportunity of martyrdom.

But he is misguided, because the martyre of love of God is higher in status.

On the Day of Judgment, it will be declared that he was killed by enemy while the other one is killed by the friend. (It means that the martyre of love is fortunate that he was killed at the hand of his Lover, God.)

Criticising this stanza, Allama Iqbal says from the poetic point of view this stanza is wonderful and deserves praise but if we evaluate it impartially, we find that it is very deceptive and a clever method is used to reject Islamic Jihad. It is the art of the poet that

though a person is being given poison he thinks that he is given the water of immortality. Unfortunately, Muslims are believing this for several centuries. (Letter to Siraj Din Pal, Iqbalnama, Vol. 1, p-36)

All mystic poetry was produced during the period of political downfall of the Muslims. And it should have been like this because when a nation loses power and energy, as Muslims lost after the Tatari attack, its thinking is changed. For them their weakness becomes a beauty and abandoning this world (seclusion) becomes a way of seeking pleasure. Nations hide their laziness and defeat in their struggle for survival behind the curtain of seclusion. In Indian Muslims we see that the climax of poetry reached in the (poetry about the martyrdom of Imam Hussein) Marsias of Lukhnow. (Ibid. p-44)

In another letter, he writes: For centuries Indian Muslims are under the influence of the Iranian thoughts. They are not aware of the Arabic Islam and its objective and mission. Their literary as well as social ideals are Imams. (Ibid. p-24)

He calls this "Magian Heritage" of Muslims and writes with great grief and sorrow: This Magian heritage has dried up the roots of Islam. It has also blocked the development of Islamic spirit and achievement of its objectives. (Ahmadiat and Islam)

Allama Iqbal and Tasawwuf:

In 1917, Allama Iqbal wrote an article – Islam and Mysticism – that was published in the newspaper of Lukhnow, New Era on July 28, 1917. In this article he described Sufism as jugglery.

What kind of teachings is found in the Sufi books? I cannot give detail here but I have given few examples in my book "Letters to Saleem" Volume III.

xxxxxxxxxxxxxxxxxx

The claim of Mirza Ghulam Ahmed:

When this belief of sufism (which was based on the Shia concept of Mohaddas) opened the door of divine inspiration then naturally there was a possibility of claiming prophethood. Hence, Mirza Ghulam Ahmed Qadiani, climbing on these stairs, claimed that he reached the status of a prophet. First he wrote:

"Our prophet is the last among the prophets. No prophet can come after him. That is why in shariat (Islamic law) Mohaddas are the vicegerents of the Prophet." (Shahadat Al Quran, p-28)

At another place he writes: "I did not say anything to people except what I have written in my books that I am a Mohaddas and God communicates with me as he did with other Mohaddas." Himayat Al Bushra p-96)

In view of our earlier discussion, it is not difficult to understand that from where Mr. Mirza borrowed the idea of Mohaddas? Its source is Shia and Sufi literature.

For example:

As we mentioned earlier, the concept of Mohaddas first appeared among the Shias. It was argued that in verse: *And We did not send before you any messenger or prophet, but when He desired,* (22/52) There was the word Mohaddas after prophet (*Nabi*) which is not present in the Quran. To authenticate his claim of "Mohaddas" Mr. Mirza also quoted this verse with the addition of Mohaddas.

On the issue of Sufism, an article was published on July 11, 1973 by Paigham-e-Sulah, which is the spokesman of the Lahori branch of Mirza's followers. This article says:

The terms which are used in his (Mr. Mirza's) books led to some confusion among our own people and others who consider them the claimer of prophethood. Such terms were "Zilli Nabi, Brozi Nabi, Ummati Nabi, Ghair Sharei Nabi, Fana Fil Rasul and Majazi Nabi. Now the issue is what is the source and meaning of these terms. It is apparent that these terms are not mentioned in the Quran and the traditions. We do not find them even five to six hundred years after the prophet but when we go through the pages of history we find that these terms were coined by the Sufis.

This is the basis of their claim. After that when (according to him) he received God's messages, he writes:

I swear by God that I believe in these (Ilham) messages in the same way as I believe in the Quran and other divine books. I consider Quran as the word of God and similarly I consider the divine messages revealed to me as God's messages. (Haqiqat-al Wahi, (The reality of Revelation) p-211

His son and his first khalifa said:

Remember that when a new prophet comes then the knowledge (teachings) of the previous prophet also comes through him and not directly. The new prophet becomes a channel for the previous prophet. A wall is erected around the old prophet, thus nothing can be seen except through the new prophet. Therefore, there is no Quran except that one which is presented by the reincarnated Masih (Masih Mo'ud) and there is no tradition except that is seen through the prism of Masih Mo'ud. (Akhbar Al Fazal, Qadian, July 15, 1924.)

And do you know the major quality for which God had chosen Mr. Mirza for this office: The last truth was appeared in the solitude of Qadian by God and He talked to Masih Mo'ud who was of Iranian origin. (Ibid. Feb. 3, 1935) (Coincidently, Mirza Ali Mohammad Bab and Bahauddin were also from Iran and their deed was to cancel the command of Jihad.)

Do you see, where his lineage is linked. The biggest achievement of this "God appointed" (prophet) was that he cancelled the command of Jehad.

The intensity of Jihad, i.e. the religious wars was gradually reduced by God. During the era of Hazrat Musa, people were killed even for the belief in God, even suckling infants were killed, then during the period of our prophet, killing of children and old people and women was banned. Therefore certain nations only paid jazia (*poll tax*) instead of accepting (Islam) faith that was considered as a way of salvation. And then Masih Mo'ud

completely banned Jihad." (Arbaeen, No 4, p-15, Notation by Mirza Ghulam Ahmed Rabbani)

From today the human Jihad through sword is banned by the command of God. Now anybody who raises sword against an infidel and calls himself Ghazi disobeys the prophet who said 1300 years ago that after the appearance of Masih Mo'ud all Jehads with sword will be banned. There is no Jehad with sword after my appearance. We raise the white flag of faith and reconciliation. (Qadiani Madhab, p-296)

Gist of the Iranian conspiracy:

This was a brief introduction of the conspiracy through which the Iranians not only took revenge from the Arabs for their defeat, but also uprooted the foundation of Islam. Allama Iqbal summed up all this discussion in one sentence: "The result of the vanquish of Iran was not that Iran accepted Islam but Islam was painted in the Iranian color." New Era, July 28, 1917)

This is the Iranian Islam (i.e. our Magian Heritage) which is being practiced for centuries. It does not distinguish Shia or Sunni or Ahle Hadith or Ahle Fiqh or Arbabe Shariat or Ashabe Tariqat. All are painted in the same color.

The magic of this conspiracy is that our religious leaders are in a constant violent dispute over the principles and minute details of Islam. And issue fatwa of infidelity against anybody who says:

Appraise yourself in the mirror of Quran.

Your present condition has been rotten and you should escape from you self.

Weigh your character in the balance of Quran and instigate the old era revolutions.(i.e. show the enthusiasm of action of the early days of Islam).

All (ulamas) are united in vehemently opposing such person.

What is the solution?

Now the question is that how this Ajami conspiracy can be countered and how Islam can be salvaged from this wreckage?

Allama Iqbal believes that it is definitely possible.

The only condition is that the Islamic world moves forward in this direction with the spirit of Hazrat Umar, who was the first critique and freedom loving heart of Islam, who dared to say during the last days of the prophet: "For us the book of God is enough." (Khutbat Iqbal)

This is also my wish and mission of life. This book is the latest contribution in my humble efforts in the respect.

(E N D)

=====================

PAST POKING PHRASES

By

Aboo B. Rana

========================

The arduous, exasperating and bloody journey of mankind, long before Man lived in caves is the story of endeavouring to understand the functioning of Divine Laws, for the sake of its survival. In every discovery of a new law, is observed a little more progress towards the comforts of life – only for those who thought about life. "A great idea is not to be conceived as merely waiting for enough good men to carry it into practical effect. That is a childish view of the history of ideas." – A. N. Whitehead. It goes without saying our human story also reveals the fact, that mankind was slowly and steadily harnessing the forces or laws of nature, through the ages. In general the only difference being, in the dark ages of ignorance, the individual who discovered any new law of nature was regarded in higher status and was believed to have super natural power.

Years later when Man fabricated for himself a social structure, public began to punish those who sought out or discovered any new portion of truth. Archimedes was executed for his law of buoyancy; Galileo was put to death for stating that earth revolves around the sun. "When a true genius appears in the world, you may know him by this sign, that the dunces are all in a confederacy against him." – Swift. The credit of slow and gradual development of peace in the world is the defeat of brute force by reason.

In all periods of rise and fall of civilizations, people craft proverbs and adages of hackneyed themes that are in accordance with their woes, circumstantial evidences and experiences. For the same reasons the period of British colonization of the Indo-Pakistan subcontinent is no exception. "Honesty is the best policy," "Might is right," or "Majority is Authority" are still quotes of the day. These seasonal expressions cannot and will not be for all times. They came from the minds of the oppressor and the oppressed. Oppression like quicksands engulf all hopes, aspirations, spirits and thinking that got stuck into it. "Honesty is the best policy," has been constructed, is evidently clear, by a political mind. Otherwise, I am confident you will agree, a gentleman would rather prefer to say: "Honesty is the best principle." As Louis M. Howe said in his address of January 17, 1953 – "You cannot adopt politics as a profession and remain honest." The other most brutal and dumb expression that has gained popularity in the world and in my over five decades of life, I have never heard anyone deny that "Might is Right." These three words strike terror in the mind of any listener. How about flipping these words in our times and start saying that "Right is Might?" Will it not

sound a whole lot more reasonable and encourage us to find what is right or true? Think about it gentlemen, will you please! These and similar sorts of expressions provoke unwarranted aggression and deteriorate the smooth development of our younger generations.

Every sensible adult is observing how these words are making children run after “Might” to become a hero. They have no time at all to think what is “right.” Since they are being indoctrinated that “Might is right.” So from the age of 6,8, or 10 they already knew what life is all about.

From those impressionable years, the nimble minds of children are bombarded and grinded in the vicious circle of power through the poisonous propaganda of various types of media and world affairs—Power at any cost,.is what they are being taught that shall make them become the greatest. Power of wealth, power of fame, power of naked force, and for those unfortunate children who are being brought up on the streets, they choose the power of arrogance in order to stand apart from the crowd. When the system chokes people who are at grass root level they shall take to all kinds of unscrupulous power tactics. We all say ‘justice delayed is justice denied,’ and let me say, gentlemen, “justice denied is life denied.” When children remain dumb towards real problems of life and are taught to sleep over them - they become characterless, incapable of aspiring thoughts or of creative communication. They grow up having no time for anybody—as interaction with others shall stir their thoughts and thinking is taboo for them. All they want is not life, in all its myriad shades—they want power to inflate their already big fat egos.

None of us, I am again confident will ever bother, to explain to them that might is right only for those who intend to take up wrestling as a profession. The erudite and scholarly elite of Pakistan are very well acquainted with the names of Sir Syed Ahmed, M.A. Jinnah and Sir M. Iqbal. How many wrestling bouts did they compete for in their lives, to prove that in their convictions they are right in their cause. In the struggle for their cause of freedom, let me say gentlemen, they also proved “Majority is not the authority.” “Every revolution was a thought in one man’s mind”—Emerson. Again scholars and gentlemen, it is “Authority that rules the majority” Was it the majority that prayed five times daily in authority, and prostrated before their Creator, but served the interests of the British Kings and Queens, and Indian Congress hegemony? If those Muslim people and leaders were the authority—then why did they not remain in India with the congress and why were they opposing the cause of ‘freedom for Muslims?’ The authority, gentlemen, we all know was one man. The man who had studied law at Lincolns Inn under the same British rulers, in London.

Almost all historians eagerly quote University of California’s history professor S. Wolpert’s words in his book on M.A. Jinnah:

> *"Few individuals significantly alter the course of history. Fewer still modify the map of the world. Hardly anyone can be credited that created nation - state. Muhammad Ali Jinnah did all three."*

I often wonder why none of us ever bothers to mention, That Jinnah accomplished all three missions, without any terrorist activity, illegal strikes or military invasion. "Might is not right" gentle hearts, "Might is Blight." The actual expressions ought to be, "Right is Might," "Authority is Majority" and "Honesty is the best principle." It is my humble request to correct me here if I am wrong.

Former president of U.S.A., General Dwight D. Eisenhower once explained in his speech,

> *"Every gun that is made, every warship that is launched, every rocket fired, signifies in the final sense a theft from those who hunger and are not fed, those who are cold and are not clothed. This world in arms is not spending money alone. It is spending the sweat of its labourers. The genius of its scientists, The houses of its children. This is not a way of life… … Under the cloud of war, it is humanity hanging itself on a cross of iron." (April 16, 1953).*

Power has always attracted the illiterate and uneducated. Hence, "The enjoyment of power is fatal to the subtleties of life. Ruling classes degenerate by reason of their lazy indulgence in obvious gratifications" - Alfred N. Whitehead (Adventures of Ideas, P.84). In order to eradicate this evil of power, we must first teach our own selves how to achieve the beauty of balance in our social fabric, that is in the lines of Quran.

P.S. How about if we change another cruel expression in Urdu language. "Gis key lathi os key bhense" into "Gis key bhense os ka dood". Does not that sound more nourishing gentlemen?

===============